ادبیاتِ ایرانِ نو

محمد طاہر فاروقی

ادبیات ایران نو

مؤلفہ

مولوی محمد طاہر فاروقی

ایم اے (آگرہ) دبیر کامل (لکھنؤ) منشی کامل - عالم فاضل (الہ آباد)

ایچ - پی - اے - آنرز ان اردو (پنجاب)

صدر شعبہ فارسی و اردو آگرہ کالج - ممبر بورڈ آف اسٹڈیز عربی فارسی و اردو

و فیکلٹی آف آرٹس آگرہ یونیورسٹی

قومی کتب خانہ ریلوے روڈ لاہور نے شائع کیا

خواجہ فراست حسین منیجر کے اہتمام سے
آگرہ اخبار پریس آگرہ میں
طبع ہوئی
مارچ ۱۹۳۶ء

فہرست

مقدمہ

دورِ قاجاریہ

(سنہ ۱۷۹۶ء سے سنہ ۱۹۰۶ء تک)

آقا میرزا محمد خاں قزوینی لکھتے ہیں:-

"بے شبہ فارسی ادب و شاعری دورِ صفویہ میں انتہائی پستی میں جا پڑی تھی اور اس عہد میں کسی ایک شاعر کا بھی نام نہیں لیا جا سکتا جو صفِ اوّل کے شعرا میں شمار کیا جا سکے۔"

اس کمی کو دورِ قاجاریہ نے پورا کر دیا۔ اور فارسی شاعری کی کھوئی ہوئی عظمت و شہرت کو دوبارہ حاصل کرنے کا سہرا انیسویں صدی کے شعرا کے سر رہا ہے

مولانا شبلی شعر العجم جلد سوم میں تحریر فرماتے ہیں:-

"ایران کی شاعری رودکی سے شروع ہوئی اور میرزا صائب پر ختم ہوگئی۔ رودکی سے پہلے بھی شعرا گزرے ہیں اور میرزا صائب کے بعد بھی لوگوں نے طبع آزمائیاں کیں۔ لیکن یہ دونوں دور شمار کے قابل نہیں۔ اخیر دور میں قاآنی بے شبہ ایسا شخص پیدا ہوا جس نے دفعتہً شاعری کی کایا پلٹ کر دی۔ لیکن اس کی شاعری کوئی نئی شاعری نہیں۔ بلکہ اس نے سات سو برس کے بھولے ہوئے خواب کو یاد دلایا۔ اور یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ فرخی اور منوچہری نے قاآنی کا قالب اختیار کر لیا۔"

یہی رائے رضا قلی خاں ہدایت نے مجمع الفصحا میں ظاہر کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ :-

"فارسی شاعری کا انحطاط دورِ قاچاریہ سے قبل مکمل ہو چکا تھا۔ اس لئے اس عہد کے شعرا نے اپنے پیش رو شاعروں کے مسلک کو چھوڑ کر رودکی۔ منوچہری فردوسی۔ انوری۔ رومی۔ سعدی وغیرہ کی تقلید اختیار کی۔"

رضا قلی خاں کے عہد میں جامی۔ عرفی صائب شوکت وغیرہ کی شاعری کو بے وقت کی شہنائی کی مانند بے کیف سمجھا جاتا تھا۔ اور یہی سبب تھا کہ اس عصر کے سخنوروں نے متقدمین کی روش کو پسند کیا۔ اور اس طرح فارسی شاعری کی تجدید کا فرض انجام دیا۔

ستر سالہ خانہ جنگیوں کے بعد آقا محمد خاں قاچار ۱۷۹۴ء میں برسراقتدار ہوا ۱۷۹۶ء میں اس نے شاہ کا لقب اختیار کر کے خاندان قاچاریہ کی بنیاد ڈالی۔ اور تمام ایران کو ایک مرکز پر لا کر جمع کر دیا۔ ۱۷۹۷ء میں ... قاچار قتل ہوا

اور اس کا بھتیجہ فتح علی شاہ قاچار تخت پر بیٹھا۔ اس حکمراں کی یہ حیثیت کہ اس کی ۱۵۰ بیویاں اور تقریباً دو ہزار بیٹے پوتے تھے تاریخ میں عدیم المثال ہے۔ اس کے بعد ۱۸۳۵ء میں اس کا پوتا محمد شاہ قاچار تخت نشین ہوا۔ اسی کے عہد میں سید علی محمد باب نے بابی مذہب کی تبلیغ و اشاعت شروع کی۔ اس کے انتقال کے بعد ناصر الدین شاہ قاچار نے ۱۸۴۸ء سے ۱۸۹۶ء تک حکومت کی۔ اس کے قتل کے بعد ۱۸۹۶ء سے ۱۹۰۶ء تک اس کا بیٹا مظفر الدین شاہ قاچار برسر حکومت رہا۔ ۱۹۰۶ء میں قوم پرستوں نے اسے تخت سے اتار دیا اور ایران میں جمہوریت قائم ہو گئی۔

خاندان قاچاریہ میں فتح علی شاہ خود شاعر تھا۔ اس کے پرامن دور اور سخن پروری نے شاعری کی تجدید کی اور سرزمین ایران ایک بار پھر شعرا کی نغموں سے گونج اٹھی۔ انیسویں صدی میں سینکڑوں شاعر پیدا ہوئے جن میں سے چند ممتاز اور نامور شعرا حسب ذیل ہیں۔

۱۔ مجتہد الشعرا مجمر طباطبائی اردستانی (متوفی ۱۸۱۰ء)۔ اس کی بابت رضا قلی خاں ہدایت کی رائے ہے کہ اگر وہ کچھ سال اور زندہ رہتا تو غالبا وہ ممتاز ترین حیثیت حاصل کر لیتا۔ اور مرزا یحیی دولت آبادی اس کو شعرا کی صف اول میں جگہ دیتا ہے۔

۲۔ ملک الشعرا صبا کاشانی (متوفی ۱۸۲۲ء) اس کے متعلق رضا قلی خاں ہدایت کا خیال ہے کہ "گزشتہ سات سو سال میں اس پایہ کا کوئی شاعر ایران میں پیدا نہیں ہوا۔" اس کے شاہنشاہ نامہ کو بعض ناقدین نے شاہنامۂ فردوسی تک پر ترجیح دی ہے۔

۳۔ معتمد الدولہ نشاط اصفہانی (متوفی ۱۸۲۸ء) عربی۔ فارسی۔ ترکی تینوں

زبانوں کا عالم تھا۔ اور اس عہد کے بہترین غزل گو شعرا میں شامل ہے۔

۴۔ میرزا شفیع وصال شیرازی (متوفی ۱۲۶۲ھ) بس کہ تمام خاندان شاعری میں پایۂ اعتبار رکھتا تھا۔ اس کے بھائیوں میں داوری، یزدانی، اور توحید۔ اور بیٹوں میں وقار، حکیم اور فرہنگ سب اچھے شاعر گزرے ہیں۔

۵۔ ملک الشعرا حسان العجم قاآنی شیرازی (متوفی ۱۲۷۰ھ) جو باتفاق رائے اس عہد کا بہترین قصیدہ گو شاعر ہے۔ اور تمام پیشرو شعرا کے محاسن و کمالات کا جامع ہے۔

۶۔ مرزا فروغی بسطامی (متوفی ۱۲۷۴ھ) جو غالباً اس عہد کا بہترین غزل گو صوفی شاعر ہے

۷۔ مرزا یغمائے جندقی بیک وقت سنجیدہ اور مبتذل گو شاعر تھا۔ لیکن اس کے ہزلیات اور خرافات زیادہ مشہور ہیں۔ اور خود بھی "زن قحبہ" کے عجیب لقب سے معروف ہے۔ اس نے مرثیہ کی ایک نئی صنف کو زیادہ رواج دیا تھا۔ جسے وہ خود "نوحہ سینہ زنی" کے نام سے یاد کرتا ہے۔

۸ و ۹ مرزا رضا قلی خاں ہدایت اور لسان الملک سپہر کاشانی عہد ناصر الدین شاہ کے باکمال شاعر تھے لیکن دونوں بحیثیت مورخ اور تذکرہ نگار کے زیادہ مشہور ہیں۔

انیسویں صدی کے ان شعرا کا کلام دور متوسطین سے نمایاں طور پر ممتاز ہے۔ پیچیدہ خیالات، دور افتادہ تشبیہات و استعارات، بیکار لفاظی، بے جا تصنع و تکلف، بعید از عقل مضامین، دور از کار تخیل اور بے جا آورد سے اس

عہد میں اجتناب و احتراز کیا گیا۔ زبان میں سلاست اور روانی ہے۔ مضامین میں شستگی
اور واقعیت ہے۔ طرز ادا میں پختگی و بدعت سے آمد ہے جذبات میں
تشبیہات قرین عقل و استعارات مطابق قیاس ہیں کردار نگاری و جزئیات
کے بیان میں استقصا و استیفا ہے۔ اور تخییل و محاکات کی بلندی برتری
بہمہ وجوہ قابل تحسین اور لائق ستائش ہے۔ اس عہد کے شعراء نے موجودہ
صدی کی شاعری کے لئے زبان اور خیالات کو تیار کرنے میں کافی حد تک مدد کی۔ درحقیقت
اس دور کے اختتام پر عہد جدید کی شاعری کی بنیاد پڑ چکی تھی۔

دور جدید

(سنہ ۱۹۰۶ء سے)

فارسی شاعری نے نویں صدی عیسوی سے انیسویں صدی عیسوی تک ایک ہزار
سال کے عرصہ میں قصیدہ، غزل، مثنوی، رباعی کی شکلوں میں حسن و عشق، مدح و ہجا،
معارف و مناظر، سنجیدگی و ظرافت، بزم و رزم، تصوف و اخلاق، رندی و زہد اور
واردات و کیفیات کے تمام مطالب بہترین اسلوب کے ساتھ دنیائے ادب میں
پیش کر دئے تھے۔ قومی، ملکی اور اصلاحی نظموں کا باب رہ گیا تھا۔ اسے بیسویں صدی
کی ابتدا میں دور انقلاب و مشروطیت نے پورا کر دیا اور اب فارسی شاعری بہمہ وجوہ
مکمل ہو گئی۔

ایران میں ہمیشہ سے استبدادی اور شخصی حکومت کا دور دورہ رہا تھا۔

لیکن انیسویں صدی کے نصف آخر میں علامہ سید جمال الدین افغانی رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۳۰ء تا ۱۸۹۷ء) کی اسلامی انقلابی تحریک کے زیر اثر بیداری کے آثار پیدا ہوتے جا رہے تھے۔ ایران میں پہلا انقلاب "دور مشروطہ اولیٰ" کی شکل میں ۵ اگست ۱۹۰۶ء کو ظاہر ہوا۔ اور ۷ اکتوبر ۱۹۰۶ء کو نیشنل اسمبلی قائم ہوئی۔ جو ۲۳ جون ۱۹۰۸ء تک برسرکار رہی اس کے بعد ۲۳ جون ۱۹۰۸ء سے ۲۰ جولائی ۱۹۰۹ء تک پھر محمد علی شاہ معزول کا مستبدانہ عہد جاری رہا "مشروطہ ثانیہ" کا عمل دخل ایران میں ۱۶ جولائی ۱۹۰۹ء کو ہوا۔ محمد علی شاہ قاچار چار دن کی جنگ کے بعد مفرور ہو گیا۔ اور مشروطین کو "فتح ملی" نصیب ہو گئی۔ لیکن ابھی ایرانیوں کی قسمت میں مستقل آزادی نہ تھی۔ اس لئے ۱۹۱۲ء کی ابتدا کے ساتھ ساتھ روسیوں کے غلبہ و تسلط کا دور شروع ہوا۔ اور تمام مملکت ایران میں ایک ہیجان و غدر برپا ہو گیا۔ اس کے بعد ۱۹۱۴ء میں یورپ کی جنگ عظیم شروع ہو گئی ان چار سال میں ایران مختلف طاقتوں کا آماجگاہ بنا رہا۔ ہر سلطنت اسے ہڑپ کر لینا چاہتی تھی۔ اس زمانہ کے مصائب نے ایرانیوں کے دماغوں میں چنگیز خاں اور ہلاکو خاں کی خوں آشامیوں کی یاد تازہ کر دی جنگ عظیم کی خاتمہ کے ساتھ روس کی شخصی و استبدادی حکومت بھی ختم ہو گئی۔ اور کچھ عرصہ بعد انگلستان نے بھی مجبور ہو کر ایران سے ہاتھ اٹھا لیا۔ درحقیقت اب ایران کو اس قدر سکون نصیب ہوا کہ وہ یک جہتی و اتفاق کے ساتھ اندرون ملک کی اصلاح کر سکے۔ ایک مدت تک شورش و بے اطمینانی کی زندگی بسر کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت رضا شاہ پہلوی کے عہد نے ملک کو یہ موقع دیا کہ وہ امن و راحت

کے ساتھ اندرونی و بیرونی اصلاحات میں مشغول ہو۔

وہ اسباب جو بیسویں صدی کے اوائل میں ایرانی انقلاب کے ذمہ دار ہیں تین قسموں میں تقسیم کئے جا سکتے ہیں۔(۱) تصنیفات ۔(۲) اخبارات ۔(۳) منظومات۔

۱۔ مصنفات

اس شق میں وہ تمام کتابیں آجاتی ہیں جو انیسویں صدی کے آخر زمانہ سے شایع ہو رہی تھیں اور جو کم و بیش اصلاح ملک اور آزادی خیال کی تحریک کو اکساتی تھیں۔ ان میں سب سے مقدم جگہ ناظم الدولہ شہزادہ مالکم خاں کی تصنیفات کو حاصل ہے ۔ مالکم خاں کے رسائل کی تعداد تیس سے زائد ہے۔ چند نام۔ اصول مذہب۔ دیوانیاں۔ حب الوطن من الایمان۔ مبدء ترقی۔ شیخ و وزیر وغیرہ یاد رکھنے کے قابل ہیں۔ اس کے بعد نمبر آتا ہے ان تصنیفات یا تراجم کا جو دار الفنون طہران کے ایرانی یا مغربی پروفیسروں نے کئے۔ ان تالیفات نے جو سائنس۔ ریاضی۔ طب۔ تاریخ ۔ جغرافیہ۔ ادب وغیرہ تمام علوم پر حاوی ہیں۔ ایرانی دماغوں کو بیدار کرنے میں بڑی حد تک امداد کی۔ اسی سلسلہ میں مرزا یوسف خاں مستشار الدولہ۔ اور مرزا عبد الرحیم طالباف کی تصنیفات کا یاد رکھنا بھی ضروری ہے خصوصاً طالباف کی یہ دو کتابیں کتاب احمد اور سفینہ طالبی۔ تو اسی قدر با اثر اور وقیع ثابت ہوئیں جتنا سیاحت نامۂ ابراہیم بیگ مصنفہ حاجی زین الدین آقا مراغی اور سر جان موریر کی کتاب حاجی بابا اصفہانی کے تراجم جو مرزا حبیب اصفہانی اور شیخ احمد روحی کرمانی نے شایع کئے تھے۔

۲۔ اخبارات

ایران میں تحریک مشروطیت سے قبل کوئی اخبار ایسا شایع نہ ہوتا تھا جو سیاسی اعتبار سے قابل اعتنا کہا

جا سکے۔ اگست ۱۹۰۶ء میں جمہوریت کے اعلان کے ساتھ ہی متعدد اخبارات جاری ہو گئے جن میں سے بعض ابتدا ہفتہ وار تھے لیکن کچھ دن بعد روزانہ شایع ہونے لگے تھے۔ ان میں طہران سے شایع ہونے والے اخبارات۔ مجلس ندائے وطن۔ صوراسرافیل حبل المتین۔ صبح صادق اور ایران نو بالخصوص قابل ذکر ہیں اسی سلسلہ میں طلوع (بوشہر) اور آذربایجان (تبریز) کا نام لینا بھی ضروری ہے۔ یہ دونوں اخبار پنچ کے مانند ظرافت وطنز کا پہلو لئے ہوئے اپنے مقاصد کی اشاعت کرتے تھے۔ مزاحیہ وطنزیہ اخبارات کی مقبولیت نے اس صنف کے بہت سے اخبار شایع کرائے جن میں کشکول (اصفہان)، بہلول (طہران)، تنبیہہ (طہران)، حشرات الارض (تبریز)، شیدا (قسطنطنیہ) اور شیخ چغندر (طہران) خاص مرتبہ رکھتے ہیں۔ اصلاحی امور میں مضحکات وطنزیات کو کامیاب اور موثر پاکر صوراسرافیل نے بھی چرند پرند کے نام سے چند کالم اس صنف کے لئے وقف کر دیے۔ جن کے محرر خصوصی میرزا اکبر خاں (المعروف بہ دخو و دہخدا) تھے۔ چرند پرند اور ملا ناصر الدین اس قسم کے تمام اخبارات سے زیادہ مقبول مؤثر اور مفید ثابت ہوئے۔

ایران میں اخبارات کو آزادئ رائے حاصل ہونے سے قبل بعض وطن پرست ایرانیوں نے ممالک غیر سے اخبارات شایع کرنے شروع کر دیے تھے۔ ان میں سب سے پہلی جگہ قانون کو ملتی ہے جو پرنس مالکم خاں کی زیر ادارت لندن سے شایع ہوتا تھا۔ اس کے بعد اختر (قسطنطنیہ) حبل المتین (کلکتہ)۔ ثریا اور پرورش (قاہرہ) کا نام آتا ہے۔ دور مشروطہ سے قبل دراصل یہی رسائل و اخبارات تھے جنہوں نے ملک میں آزاد خیالی۔ احساس وغیرت۔ حمیت و قومیت۔ اور حب وطن کی جذبات

کی تخم پاشی کی۔ یہ رسائل صرف ملکی بیداری پیدا کرنے کے ہی آلے نہ تھے بلکہ انہوں نے زبان و ادب کی بے بہا خدمات بھی انجام دی ہیں۔ ان اخبارات کے ذریعہ سے ہی نئی اصطلاحات اور جدید الفاظ ملک میں شایع ہوئے اور رفتہ رفتہ فارسی جدید مالامال ہوتی رہی۔

ایسے اخبارات کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہے جو مذکورۂ بالا اخباروں کے بعد شایع ہوئے۔ ملک بھر میں آگ لگی ہوئی تھی اس لیے اکثر شہروں میں اخبار جاری ہو گئے۔ طوالت کے خوف سے اس تفصیل سے گریز کرنا بہتر ہے۔ اس لیے اس بات پر اس بحث کو ختم کرتا ہوں۔ کہ طہران سے شایع ہونے والے اخبارات میں استقلال ایران۔ برق۔ بیداری۔ دانش۔ آفتاب۔ روح القدس۔ زشت و زیبا۔ شرق۔ شرافت اور مساوات۔ تبریز کے اخبارات میں اتحاد۔ اخوت۔ استقلال۔ امید تبریز اور روزنامہ ملی۔ اصفہان سے اشاعت پانے والے اخباروں میں پروانہ۔ بہاد اکبر۔ زاینده رود۔ فرہنگ اور ناقور۔ مشہد کے اخبارات میں تازہ بہار۔ خراسان۔ خورشید۔ بہار۔ نو بہار اور عصر جدید۔ شیراز سے جاری ہونے والے اخباروں میں نسیم شمال۔ گیلان۔ صدائے رشت۔ کنگاش۔ نوع بشر۔ اور مجاہد خاص طور پر قابل اعتنا اور لایق ذکر ہیں۔ جنہوں نے اس دور میں مخصوص ملکی و ملی۔ ادبی و لسانی خدمات انجام دیں۔

۳۔ منظومات

کسی ملک کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کا بہترین ذریعہ قومی اور ملکی نظمیں ہوا کرتی ہیں۔ عرب کی قومی

شاعری اور رجز خوانی اور یونان اور روما کی ملکی و ملّی منظومات اس کی بیّن مثالیں ہیں۔
اسی طرح بیسویں صدی کے آغاز میں ایرانی شعرا نے ملک و قوم کے احساسات و جذبات ملی کے ابھارنے اور جمود و غفلت کے دور کرنے میں جو کارنمایاں انجام دیا وہ تاریخ عالم میں زریں حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ موجودہ صدی کے ابتدائی پندرہ سال میں سیاسیات کا جو طوفان ایران میں برپا تھا اس نے حساس دلوں پر تیر و نشتر کا کام کیا۔ اور شعرا جو دول و ملل کی تعمیر و اصلاح کے علم بردار ہوتے ہیں اس انتشار و شورش سے بیحد متاثر ہوے۔ چنانچہ ملکی و ملی منظومات جو تاثرات قلبی سے لبریز اور جذبۂ بیداری و احساس آزادی کی محرک ہیں بکثرت ملک میں شایع ہو گئیں۔ اگر ان نظموں کا مطالعہ تصنیف کی تاریخوں کے اعتبار سے کیا جانا ممکن ہو تو امید و بیم، آس و یاس، شکوہ و شکایت، سوز و گداز، رنج و راحت، جوش و خروش، مایوسی و کامرانی، اضطراب و خوشدلی کے جذبات و کیفیات کے ان مختلف مدارج کا اندازہ ہو سکتا ہے جو اس دور میں ملک و ملت پر گزر رہے تھے اور جن کی یہ نظمیں آئینہ دار ہیں۔

یہ نظمیں اخبارات و رسایل میں شایع ہونے کے باعث فوراً ملک میں پھیل جاتی تھیں۔ اور قوم کے جذبات میں آگ لگا دیتی تھیں۔ نسیم شمال۔ گیلان۔ کنگاش۔ صدای رشت۔ بہار۔ صور اسرافیل و ایران نو وغیرہ بالخصوص ان نظموں کو شایع کرتے تھے یہ زیادہ تر ملکی مسائل اور سوانح سے متعلق ہوتی تھیں۔ لیکن آج بھی اپنے جوش اور ادبیت کے اعتبار سے دلچسپ اور وقیع ہیں۔ فن کے اعتبار سے یہ کسی خاص صنف نظم میں محدود نہ تھیں۔ مثنوی، قطعہ، مسمط، مستزاد، غزل

سب اصناف ان قومی خیالات سے مالا مال نظر آتے ہیں۔ دراصل یہی منظومات ایران کی نشاۃ جدیدہ اور حیات سیاسی و ادبی کی ذمہ دار ہیں۔ اور اسی زمانے سے ایران میں جدید ادبی عہد کی بنیاد پڑتی ہے۔

اس انقلابی اسکول کی شاعری میں جو شعرا پیش پیش نظر آتے ہیں۔ وہ حسب ذیل ہیں۔ ملک الشعرا بہار۔ سید اشرف رشتی۔ عارف قزوینی۔ فصیح الملک شوریدہ۔ بدیع الزماں شیرازی۔ جعفر خمنائی۔ میرزا مرتضیٰ فرہنگ۔ ادیب نیشاپوری حسین خاں دانش۔ احمد سہیلی تبریزی۔ حسام الاسلام دانش۔ پور داؤد۔ ملک ساسانی۔

ایران میں استقلال آزادی اور تنظیم ملکی کو معدودے چند سال گزرے ہیں۔ لیکن اس قلیل عرصہ میں ملک نے سیاست و مدنیت۔ معارف و قومیت فنون لطیفہ اور علوم ادبیہ میں جس قدر ترقی کی ہے وہ بے شبہ حیرت انگیز اور تعجب خیز ہے۔ شاعری بھی اس ترقی کی دوڑ میں دیگر علوم و فنون کے ہمراہ آگے بڑھتی رہی۔ اور منجملہ دیگر اصناف شعر کے موجودہ صدی نے قومی، ملکی اور اصلاحی منظومات کے ایک کافی و وافی فصیح و بلیغ اور موثر و ممتاز ذخیرہ کا ادب فارسی میں اضافہ کر دیا۔

دورِ جدید کی شاعری

عصر حاضر کے شعرا دو قسموں میں تقسیم کئے جا سکتے ہیں۔

۱۔ وہ شعرا جو متقدمین کے اوزان میں بھی بالخصوص منوچہری۔ فردوسی۔ سعدی اور حافظ کے مقلد ہیں۔ عروض و قافیہ میں قدیم قواعد کے پابند ہیں۔

مضمون کے، اعتبار سے ان کی شاعری حسن و عشق سے تجاوز کر کے فلسفہ و اخلاق - اور قومیت و سیاست پر بھی شامل ہے - اس زمرہ میں ادیب پیشاوری - ادیب نیشاپوری - سالار شیرازی - شوریدہ شیرازی - شہاب ترشیزی - رعدی آذرخشی - غمام ہمدانی - فروغی اصفہانی - بدیع الزمان ہمدانی اور نادری مشہدی وغیرہ شامل ہیں -

وہ شعرا جو کبھی قدیم اصول عروض و قافیہ کی پابندی کرتے ہیں اور کبھی مغربی تعلیم سے متاثر ہونے کے باعث جدید بحروں اور قافیوں کے نئے اصول بھی پیدا کرتے ہیں - ان کے اشعار کا موضوع زیادہ تر قومیت، سیاست ملکی بیداری اور سوسائٹی کی اصلاح ہوتا ہے - موجودہ دور میں اسی جماعت کی کثرت اور انہی کو مقبولیت حاصل ہے - شہزادہ ایرج میرزا ملک الشعرا بہار - عارف قزوینی - پور داؤد - حبیب یغمائی - فرخی یزدی - کمالی اصفہانی - دہخدا - اشرف رشتی - حسام زادہ پازارگاد - فرہنگ طہرانی - رضازادہ شفق محمود خاں افشار اور سعادت نوری وغیرہ اسی طبقہ میں ہیں -

گزشتہ فارسی شاعری کے مباحث و موضوعات کو ذیل کے سات عنوانوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے - عشقیہ - مدح و ہجا - تصوف - فلسفہ - اخلاق - رزمیہ اور مراثی - موجودہ شاعری کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عصر میں عشقیہ اور فلسفیانہ مضامین کافی پائے جاتے ہیں - مدحیہ کم ہے مگر جس قدر ہے اس میں اگلوں کا سا غلو اور نا پسندیدہ غلو نہیں ہے - صوفیانہ شاعری بہت کم ہے - اخلاق میں قومیت، حب وطن، عزت نفس، آزادی صبر و ضبط

عزم و ثبات، ایثار و قربانی۔ اور غیرت و حمیت وغیرہ کے مباحث پر ازمنۂ قبل کی نسبت بہت زیادہ کہا گیا ہے۔ رزمیہ شاعری بالکل مفقود ہے، مرثیہ موجود ہے۔ اور ہجائیہ اور طنزیہ نظمیں بکثرت ہیں

موجودہ دور کی فارسی شاعری سلیس و سادہ، شگفتہ و شیریں، رنگین، مترنم، ولولہ انگیز و جذبات آفریں ہے۔ ردیف و قافیہ کی شگفتگی، بحر و وزن کی موسیقیت مضامین کی شیرینی و لطافت اور نزاکت و معنویت ہر جگہ سادگی و سلاست کے پہلو بہ پہلو نظر آتی ہیں۔ اس عہد کی نظموں بلکہ غزلوں تک میں حقیقی ملکی و ملی جذبات۔ ولولہ انگیز طرز ادا واردات و کیفیات اور جدید الفاظ و محاورات خاص طور پر قابل غور ہیں۔ عام طور پر طرز ادا آسان تخیل سادہ۔ محاکات واضح اور جذبات فطری ہیں۔ نہ باریک بینی ہے نہ خیال آفرینی۔ نہ موشگافی ہے نہ بلند پروازی۔ دل کی نمائش ہے دماغ کی نہیں۔ فطرت صنعت پر۔ آمد آورد پر اور بے تکلفی تکلف پر غالب نظر آتی ہے۔

زیر نظر انتخاب میں دور حال کے بیس شعرا کی منتخب نظمیں یا غزلیں پیش کی جاتی ہیں یہ سب سخنور اس عہد کی ادبیات کے صحیح نمائندہ اور ملک کے ممتاز و نامور سخنوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ اور منتخبہ کلام ان حضرات کے بہترین رشحات فکر میں سے ہے۔ انتخاب کے وقت اس امر کو ملحوظ رکھا گیا ہے کہ وہ مذکورہ بالا تمام اصناف شعر پر حاوی و مشتمل ہو تاکہ دور جدید کی شاعری پر مفصل نظر ڈالی جا سکے۔ ہجائیہ کلام کو دانستہ خارج کر دیا گیا ہے اس لیے کہ وہ مقامی اور تلمیح طلب ہونے کی وجہ سے عام طور پر زیادہ دلکشی کا موجب نہیں ہوتا۔

انتخاب میں جن شعرا کا کلام جمع کیا گیا ہے ان کے مختصر حالات ناظرین کی مزید

دلچسپی کے لئے درج کیے جاتے ہیں

۱۔ بہار خراسانی میرزا محمد تقی نام، اور بہار تخلص ہے۔ میرزا محمد کاظم ملک الشعراء صبوری کے بیٹے ہیں۔

۱۳۰۴ھ میں مشہد میں پیدا ہوئے۔ مشہد ہی میں اپنے والد اور دیگر فضلائے عصر سے عربی فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۳۲۲ھ میں والد کے انتقال کے بعد ادیب نیشاپوری اور میرزا عبدالرحمان بدیہی کے سامنے زانوے ادب تہ کیا۔ پھر آصف الدولہ غلام رضا خاں گورنر خراسان کے دربار میں باریابی حاصل کی۔ آصف الدولہ کی سفارش پر مظفرالدین شاہ قاچار نے ملک الشعراء کا خطاب مرحمت کیا اور سالانہ وظیفہ مقرر کر کے مزید عزت افزائی فرمائی۔

۱۳۲۴ھ میں تحریک مشروطیت کے آغاز ہی سے اس تحریک میں شریک ہوگئے اور ۱۳۲۷ھ تک علمی اور قلمی شرکت کرتے رہے۔ حبل المتین (کلکتہ) میں اور خراسان کے اخبارات میں ان کے مضامین اور نظمیں کبھی اپنے نام سے اور کبھی فرضی ناموں سے شایع ہوا کرتی تھیں۔ نظموں کی اشاعت سے بہار کو ملک بھر میں مقبولیت و ہر دلعزیزی نصیب ہوئی۔ ۱۳۲۹ھ میں آپ نے مشہد سے نوبہار نامی روزنامہ جاری کیا۔ ان قومی تحریکوں میں حصہ لینے کی وجہ سے آپ کو بہت جانی و مالی مشکلات بھی برداشت کرنی پڑیں۔ دوبارہ جلاوطن کیے گئے۔ دو دفعہ قید کر دیے گئے۔ لیکن آپ استقلال کے ساتھ تمام مصائب جھیلتے رہے اور اپنی کوششوں میں کوئی کمی نہ آنے دی۔

۱۳۳۴ھ (۱۹۱۶ء) میں جب قوم پرستوں نے طہران سے بعد اور قسطنطنیہ کرمانشاہ کی جانب ہجرت کی ہے تو بہار بھی مہاجرین میں شامل تھے۔ واپسی کے بعد آپ نے

پھر [illegible] نوبہار [illegible] کو [illegible] بیداری کیا۔ کچھ عرصے تک آپ مجلس شورائے ملی کے رکن بھی رہے۔ [illegible] عرصے سے سیاسیات سے [illegible] کش ہو کر اب تصنیف و تالیف میں مشغول ہیں۔

روزنامہ نوبہار کے [illegible] آپ [illegible] دانشکدہ [illegible] کی ادارت کے فرائض بھی انجام دیتے رہے ہیں۔ آپ کی تصنیفات میں [illegible] سبک [illegible] سفید، ایک مختصر [illegible] اور تاریخ سیستان [illegible] خاص [illegible] ذکر ہیں۔

۲- ایرج میرزا

[illegible] علی شاہ [illegible] کے [illegible] میں تبریز [illegible] خاص [illegible] تربیت پائی۔ فطرت نے [illegible] ۱۳۰۹ھ میں ولیعہد سلطنت مظفر الدین قاچار کے [illegible] حاصل کی۔ مظفر الدین شاہ ان کے کمالات سے [illegible] نشینی کے بعد ان کو اکثر ذمہ دار عہدوں پر [illegible] کر دیا۔

جمہوریت کے قیام کے بعد [illegible] میرزا [illegible] وزارت [illegible] وزارت داخلہ اور وزارت معارف میں مختلف ممتاز عہدوں پر متعین رہے۔ اور ہر جگہ [illegible] خدمات وطن دوستی اور مساعی جلیلہ کی بدولت خراج تحسین حاصل کیا۔ لیکن یہ اہم خدمات بھی آپ کی علمی و ادبی مصروفیات میں حارج نہ ہو سکیں اور شعر و سخن کا شغل ان تمام زمانوں میں برابر جاری رہا۔ ۲۸ شعبان ۱۳۴۳ھ کو طہران میں حرکت قلب بند ہو جانے سے دفعتاً آپ کا انتقال ہوا۔

۳۔ فروغی اصفہانی

میرزا ابو الحسن خاں نام اور فروغی تخلص ہے۔ آپ کے والد میرزا محمد حسین خاں ذکاء الملک فروغی گزشتہ صدی کے نامور ادیب گزرے ہیں۔ اور آپ کے بڑے بھائی میرزا محمد علی خاں ذکاء الملک فروغی اس زمانہ کی اہم علمی و سیاسی شخصیتوں میں شامل اور وزیر خارجہ کے ممتاز عہدے پر سرفراز ہیں۔

فروغی سنہ ۱۳۰۱ھ / ۱۸۸۴ء میں طہران میں پیدا ہوئے۔ مدرسوں میں اور مختلف استادوں سے تعلیم حاصل کی۔ اور فارسی عربی، فرانسیسی تینوں زبانوں کو بحد کمال حاصل کیا۔ ادب کے سوا تاریخ، جغرافیہ، فلسفہ وغیرہ میں کامل دستگاہ رکھتے ہیں۔ آپ کا شمار اس قرن کے بہترین فضلا و حکما میں کیا جاتا ہے۔ طہران کے مدارس میں ایک عرصہ تک آپ مدرسی کے فرائض انجام دیتے رہے۔ "دار المعلمین طہران" کے قیام پر اس کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ اسی زمانہ میں آپ نے "تعلیم و تربیت" اور "فروغ تربیت" رسائل جاری کئے۔ سنہ ۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۷ء میں بغرض علاج یورپ تشریف لے گئے۔ سنہ ۱۳۱۶ھ / ۱۸۹۸ء میں محکمہ معارف ایران کے نمایندہ کی حیثیت سے "جشن ٹالسٹائے" میں شرکت کے لئے روس گئے۔ "مجلس مستشرقین" کے اجلاس منعقدہ سنہ ۱۳۱۷ھ / ۱۸۹۹ء میں پھر دولت ایران کی طرف سے نمایندہ بن کر خارکوف گئے۔ اور یورپ کے ممتاز فضلا سے ملاقاتیں کیں۔

آپ کی تصنیفات میں سے "رشید و شہ ناہید"، "سرمایہ سعادت" اور "اوراق شوش" طبع ہو چکی ہیں۔ اور آپ کے مختلف مضامین اور نظمیں درسی کتابوں میں شامل ہیں۔ اب آپ عملی زندگی سے کنارہ کش ہو کر عزلت گزیں ہیں۔ مزاج

میں بے حد خلق و تواضع ہے۔ اور دنیوی ساز و سامان سے قطعاً بے نیاز و بے پرواہ ہو کر امن و سکون کی زندگی بسر کرتے ہیں۔

۴۔ کمالی اصفہانی

حیدر علی نام اور کمالی تخلص ہے۔ شوال ۱۲۸۹ھ (۱۸۷۲ء) میں اصفہان کے ایک قصبہ ابرقو میں پیدا ہوئے۔ باپ نے لڑکپن ہی سے آہنگری کے پیشہ میں ڈالدیا پندرہ سال کی عمر میں طہران آئے۔ چند سال بعد اصفہان واپس ہوئے مگر پھر اہل و عیال سمیت طہران آکر وہیں مستقل سکونت اختیار کی۔

جوانی میں تعلیم کا شوق ہوا۔ خود ہی سواد خوانی حاصل کی۔ اور پھر مطالعہ کے ذریعہ علمی و ادبی کتابوں سے خود ہی اپنے شوق تعلم کی تشنگی دور کرتے رہے۔ مبدء فیاض سے طبیعت موزوں اور ذوق سلیم پایا تھا۔ شاعری بھی شروع کر دی اور سخنوری میں یہ مرتبہ حاصل کیا کہ ایرج میرزا اور وحید جیسے مسلم استادان کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ اور ادیب الممالک فراہانی سابق مدیر ادب ان کی بابت لکھتا ہے۔

والکمال کمالی خسرو ایکان سخن   بہ پیکر قلمت جامہ کرد دیوان سخن
اگر نہ کلک تو طرح سخن در افگندے   بر اوفتادے از این مملکت نشان سخن

دورۂ مشروطیت میں احرار کی جماعت میں شامل تھے۔ ایک روزنامہ بھی "پیکار" کے نام سے جاری کیا تھا۔ تصنیفات میں ان کے اپنے دیوان کے سوا "مظالم ترکان خاتون" اور "منتخبات اشعار صائب" شایع ہو چکے ہیں۔

۵۔ بدیع الزماں خراسانی

بدیع الزماں خراسانی ابن آقا شیخ علی ۱۳۱۷ھ (۱۹۰۰ء) میں بشرویہ میں پیدا ہوئے

اور طہران و مشہد میں ادیب نیشاپوری۔ شیخ حسین نجم آبادی۔ سید کاظم وغیرہ فضلائے عصر سے فارسی و عربی کی تعلیم حاصل کی۔ معانی و بیان۔ حکمت و فلسفہ میں دستگاہ کامل رکھتے ہیں ۱۳۴۲ھ/۱۹۲۳ء میں طہران آئے اور سررشتۂ تعلیم میں ملازم ہوئے۔ اور اب طہران یونیورسٹی میں ادب کے پروفیسر ہیں۔

آپ کو فطرت نے غیر معمولی ذکاوت اور حافظہ عطا کیا ہے۔ اور آپ فصیح و بلیغ مقرر اور بلند پایہ مصنف بھی ہیں۔ آپ کی تصنیفات میں "سخن و سخنوران" چار جلد میں ہے۔ جس کی پہلی جلد شایع ہو چکی ہے۔ "منتخبات اشعار فردوسی" بھی چھپ گئی ہے۔ "تاریخ ادبیات ایران تا عہد غزنوی" اور علم بیان و منطق و فلسفہ پر چند کتابیں ابھی شایع نہیں ہوئیں۔

۶- دہخدا

میرزا علی اکبر خاں نام ہے۔ دہخدا اور دخو کے ناموں سے ان کی نظمیں رسایل میں شایع ہوا کرتی تھیں۔ ان کے والد قزوین کے متوسط الحال اشخاص میں تھے جو ترک سکونت کرکے طہران آگئے تھے۔ ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء میں یہ طہران ہی میں پیدا ہوئے۔ دس سال کے تھے کہ باپ کا انتقال ہو گیا۔ اور جائداد وغیرہ تلف ہو گئی۔ مگر ان کی والدہ نے تمام مصائب کا استقلال سے مقابلہ کیا اور بچوں کی بہترین تعلیم و تربیت کی۔

ماں نے شیخ غلام حسین کے پاس جو اس زمانہ کے فضلا میں شمار ہوتے تھے دہخدا کو تعلیم کے لیے بھیج دیا۔ انھوں نے لڑکے میں جوہر قابل پاکر بیحد توجہ سے تعلیم دی۔ اور تمام علوم رسمی محنت سے سکھائے اسی زمانہ میں دہخدا کو شیخ ہادی نجم الدین کی خدمت میں حاضر ہونے کا بھی موقعہ ملا تھا۔ جب

طہران میں "مدرسہ سیاسی" کی بنیاد پڑی تو دہخدا وہاں داخل ہو گئے۔ تعلیم کے دوران ہی میں معاون الدولہ ایرانی سفیر بنکر یورپ روانہ ہوئے تو ان کو ساتھ لے گئے۔ اور دو سال دہخدا یورپ رہے۔

اسی زمانہ میں ایران میں آزادیٔ وطن کی تحریک شروع ہوئی۔ اور دہخدا بھی پورے جوش سے اس تحریک میں شریک ہو گئے۔ "صور اسرافیل" کی ادارت انھی ایام میں ان کی سپرد ہوئی۔ جب محمد علی شاہ معزول نے "مجلس ملی" کو توڑا اور قوم پرستوں پر بلائیں نازل کیں تو چند اور احرار کے ساتھ دہخدا بھی ملک بدر کئے گئے۔ یہ اول پیرس گئے۔ پھر قسطنطنیہ آئے۔ اور یہاں سے "سروش" نامی اخبار جاری کیا۔ ایران میں دوبارہ جمہوریت کے قیام پر قوم پرستوں نے دہخدا کو قسطنطنیہ سے واپس بلالیا۔ اور وہ "مجلس ملی" کے رکن کی حیثیت سے قومی خدمات انجام دیتے رہے۔ جنگ یورپ شروع ہوئی تو یہ کئی سال کے لئے گوشہ نشین ہو گئے۔

بعد ازیں دہخدا نے "مدرسہ سیاسی" طہران کے پرنسپل کے عہدہ کو قبول کر لیا۔ اور تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے۔ "کتاب حکم و امثال فارسی" چار جلد میں ہے۔ جس میں سے ایک جلد شایع ہو چکی ہے۔ دو ترجمے "عظمت و انحطاط رومیان" اور "روح القوانین" اور دو لغات، ایک فرانسیسی سے فارسی میں اور دوسرا خود فارسی کا مکمل لغت ابھی شایع نہیں ہوئے ہیں۔

۷۔ پروین اعتصامی

پروین خانم اعتصام الملک میرزا یوسف خاں اعتصامی کی بیٹی ہیں۔ ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۹۱۰ء میں طہران میں پیدا ہوئیں۔ باپ نے تعلیم و تربیت کا خاص اہتمام کیا تھا۔ گرلس سکول

بھیجنے کے سوا خود بھی درس دیتے تھے چنانچہ پروین خانم بہت تھوڑے عرصہ میں عربی، فارسی اور انگریزی ادبیات سے بخوبی واقف ہوگئیں تحصیل علم کے ساتھ ان کو شاعری کا بھی شوق ہوا۔ فیاض حقیقی نے ذہن نقاد اور طبع دقاد عطا کی تھی سخنوروں میں شمار ہوئیں اور بلند پایہ رسائل نے ان کی نظموں کو شائع کرنا باعث فخر سمجھا۔ غزل کم کہتی ہیں۔ اور زیادہ تر نظمیں قومی اور اصلاحی رنگ کی ہوتی ہیں

۸۔ پور داؤد مرزا ابراہیم خاں نام ہے۔ ان کا خاندان رشت کے مشہور اور ممتاز تاجروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ ۱۰ جمادی الاول ۱۳۰۳ھ / ۱۸۸۶ء کو رشت میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی۔ پھر طہران گئے۔ اور وہاں طب یونانی حاصل کی۔ ۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۶ء میں بغداد اور بیروت گئے۔ بیروت میں تحصیل علم کے بعد ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء میں پیرس پہونچے۔ اور یونیورسٹی میں قانون کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے داخل ہوگئے۔ یورپ میں جنگ عظیم کے چھڑ جانے پر فرانس سے نکل کر برلن اور بغداد ہوتے ہوئے کرمانشاہ آئے اور "رستخیز" اخبار جاری کیا۔ ۱۳۳۴ھ / ۱۹۱۶ء میں پھر برلن چلے گئے۔ اور ایک مدت بعد ۱۳۴۲ھ / ۱۹۲۴ء میں رشت کو مراجعت کی۔

پور داؤد سخت متعصب وطن پرست ہیں۔ آپ کو عربوں سے خاص عداوت ہے۔ چنانچہ عربی علوم اور عربی الفاظ کا نام و نشان بھی آپ ایران میں دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ اور قدیم ایرانی زبان اور روایات کو زندہ کرنے کے حامی ہیں۔ پیرس میں قیام کے زمانہ میں آپ نے وہاں ایرانیوں کی ایک انجمن قایم کی تھی۔ اور برلن کے طویل قیام میں بھی برابر ملکی مفاد کے لئے پروپاگنڈا کرتے رہے تھے۔ وطن کی شورش

و بد نظمی کے زمانہ سے متعلق بھی ان کی بہت سی قومی نظمیں یادگار ہیں۔

بشت میں کچھ مدت رہنے کے بعد آپ بمبئی اور پھر برلن گئے۔ اور اس زمانہ میں برابر اوستا کے مختلف حصوں خوردہ اوستا۔ یشت۔ یسنا اور گاتھا وغیرہ کے ترجمہ و تفسیر میں مصروف رہے۔ اب کچھ عرصہ سے آپ ڈاکٹر ٹیگور کی یونیورسٹی "شانتی نکتین" میں پروفیسر ہیں۔ آپ کا دیوان "پوراندخت نامہ" بمبئی میں طبع ہو کر شایع ہو چکا ہے

۹۔ محمود خاں افشار ۱۳۱۶ھ میں یزد میں پیدا ہوئے۔ تیرہ سال کی عمر میں بمبئی آئے تین سال یہاں تعلیم حاصل کر کے طہران کے "مدرسہ سیاسی" میں داخل ہوئے۔ انیس سال کی عمر میں یورپ گئے۔ یورپ کے ہشت سالہ قیام میں جرمنی۔ سوئٹزرلینڈ۔ فرانس انگلستان وغیرہ تمام ممالک کی سیاحت بھی کی۔ اور لوزان یونیورسٹی سے سیاسیات میں ڈاکٹری کی سند حاصل کر کے ۱۳۴۰ھ میں طہران واپس آ گئے۔ اول "مدرسہ سیاسی" میں سیاسیات و اقتصادیات کی تعلیم پر مامور ہوئے۔ بعد ازاں کمرشیل کالج کے پرنسپل مقرر ہو گئے۔ اور کچھ مدت ججی کے عہدے پر بھی فائز رہے۔

یورپ کے قیام کے زمانہ ہی سے ڈاکٹر افشار کو ادبیات کا شوق تھا۔ اور سیاسیات تو آپ کا خاص مضمون تھا۔ آپ مضامین بھی لکھتے تھے جو لندن اور لوزان کے رسایل کے علاوہ حبل المتین (کلکتہ) اور طہران کے بلند پایہ رسایل۔ ایران شفق وغیرہ میں شایع ہوتے رہتے تھے۔ اسی زمانہ میں آپ نے ایک کتاب

"دول یورپ کی ایران میں سیاسی جدوجہد" پر فرانسیسی زبان میں لکھی جو برلن میں طبع ہو کر شایع اور مقبول ہوئی۔ طہران سے ۱۳۴۵ھ میں ایک ادبی اور سیاسی سالہ "آیندہ" نکالا۔ جو کئی سال تک جاری رہا۔ آپ کو شعر و سخن سے خاص ذوق ہے۔ اور آپ کا شمار موجودہ دور کے مستند اہل قلم اور بلند پایہ شعرا میں کیا جاتا ہے۔

۱۰۔ رضازادہ شفق

آقاے رضازادہ شفق تبریز میں پیدا ہوئے۔ وہیں بہترین عربی فارسی انگریزی تعلیم حاصل کی اس کے بعد یورپ گئے۔ جرمنی و فرانس وغیرہ کی سیاحت کی۔ اور اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری پائی۔ شعراے عصر حاضر میں آپ خصوصیت کے ساتھ فکر نقاد۔ ذہن وقاد اور قلب حساس کے مالک ہیں۔ ان کے دو مرثیہ ہم نے انتخاب کئے ہیں جو انھوں نے اپنے والد اور بھائی کی وفات پر لکھے ہیں۔ ان مراثی سے ان کا جوہر سخن خوب چمکتا ہے۔

مرثیہ اصناف سخن میں نہایت قدیم چیز ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ تاثرات قلبی کے آئینے سب سے بہتر غزل و مرثیہ ہی ہیں۔ یہ دونوں جذبے دل کی ایک ہی گہرائی میں پیدا ہوتے ہیں اور سطح بیان پر آ کر دلوں پر یکساں اثر کرتے ہیں۔ مرثیہ کے اسلوب بیان میں سے اس خاص پہلو پر غور و نظر ضروری ہے کہ مرثیہ اگرچہ شخصی کیفیت اور ذاتی تاثر کا پرتو ہوتا ہے تاہم ادبی حیثیت سے وہ ایک ذات خاص سے نہیں بلکہ قوم و ملک اور زبان و ادب سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے مرثیہ میں درد و الم اور غم و ماتم کے بیان سے اخلاق و عبرت کا مضمون پیدا کرنا مرثیہ کی محاسن شاعرانہ میں شامل ہے۔ یہ صفت رضازادہ کے ان مراثی میں نہایت حسن و خوبی

اور لطف و اثر کے ساتھ موجود ہے۔ آپ آج کل طہران یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں۔ اور ملک کے نامور ادبا و فضلا میں شمار کئے جاتے ہیں۔

۱۱۔ اشرف رشتی سید اشرف الدین الحسینی نام اور "نسیم شمال" کے لقب سے معروف ہیں۔ ۱۲۸۸ھ (۱۸۷۱ء) میں رشت میں پیدا ہوئے۔ وطن میں عربی و فارسی کی تحصیل کرنے کے بعد تکمیل کے لیے ۱۳۰۰ھ (۱۸۸۲ء) میں مشہد مقدس گئے۔ پانچ سال میں علوم متداولہ کی فراغت کے بعد رشت واپس آ گئے۔ اور خوشنویسی کے ذریعہ بسر اوقات کرنے لگے۔ اسی زمانہ سے "نسیم شمال" نامی پرچہ جاری کیا۔ جمہوریت کے قیام کے بعد طہران آئے اور "نسیم شمال" یہیں سے شایع کرنے لگے۔ رشت میں ان کے پرچہ کو اس قدر مقبولیت حاصل نہ تھی لیکن طہران میں لوگ اسے ہاتھوں ہاتھ لینے لگے۔ ۱۳۴۵ھ (۱۹۲۶ء) میں جنون کے مرض میں مبتلا ہو گئے۔ اس زمانہ سے اعزا اور رفقا سب نے کنارہ کشی کر لی۔ اب نہایت تنگدستی میں مبتلا ہیں اور زندگی کے دن گزار رہے ہیں۔

ان کے اشعار کی تعداد بیس ہزار کے قریب بتائی جاتی ہے۔ کلام کے دو مجموعے "باغ بہشت" اور "نسیم شمال" شایع ہو کر قبول عام اور بقائے دوام کی سند حاصل کر چکے ہیں۔ ایک ناول "عزیز و غزال" بھی آپ کی تصنیف سے ہے اور طہران میں طبع ہو چکا ہے۔

۱۲۔ حبیب یغمائی میرزا حبیب نام اور قاچاری دور کے مشہور ہزل گو شاعر یغمائے جندقی کے پوتے ہیں۔ ۱۳۲۰ھ (۱۹۰۲ء) میں جندق کے ایک گاؤں خور میں پیدا ہوئے۔ جندق و طہران

میں تعلیم کو تکمیل کی حد تک حاصل کیا۔ کچھ مدت سمنان میں سرشتہ تعلیم میں ملازم رہے۔ اس کے چند سال بعد سے طہران یونیورسٹی میں فارسی ادب کے پروفیسر ہیں۔

آپ کی تصنیف "شرح حال یغما و جغرافیائے جندق و بیابانک" کے دیباچہ میں میرزا عباس خاں اقبال آشتیانی لکھتے ہیں :-

"اس کتاب کا مصنف . . . . صاحب ذوق اور لطیف طبع شعرا میں سے ہے۔ آپ ڈاکٹر قدما کے مانند پختہ مگر جدید روش پر ہے۔ اس دور میں جب کہ ہر شخص شاعر اور مصنف بن بیٹھا ہے ایسے باکمال شخص کی فضائل لائق ستائش ہیں" (ترجمہ)

آپ کے اشعار کی تعداد دس ہزار تک پہونچتی ہے۔ جو اکثر رسایل میں طبع ہوتے رہے ہیں اور کتب درسی میں شامل ہیں۔ آپ کی دیگر تصنیفات "حالات امغان" "شرح حال منوچہری" "مقامات حمیدی" اور "تاریخ ادبیات ایران قبل از اسلام تا عہد حاضر" ہیں جو ابھی طبع نہیں ہوئیں۔

۱۳۔ سالار شیرازی

ان کے اجداد میں امام قلی خاں والی فارس تھے اور شاہ عباس اعظم کے عہد میں انھوں نے کارہائے نمایاں انجام دیے تھے۔ "مدرسہ خان" شیراز میں اور "پل مرو دشت" ان سے یادگار ہیں۔ ان کے والد کا نام میرزا علی خاں تھا۔ شاہ ناصر الدین قاچار کے جشن ولادت کے دن صفر سنہ ۱۳۰۲ھ میں شیراز میں پیدا ہوے۔ اور اسی مناسبت سے ان کا نام ناصر الدین رکھا گیا۔

سالار نے عربی و فارسی کی تحصیل شیراز میں کی پھر انگریزی حاصل کرنے کے لئے ہندوستان کا سفر کیا۔ لڑکپن ہی میں تیر اندازی اور شہسواری کے فن کا شوق سے حاصل کئے تھے۔ فراغت علم کے بعد قوام الملک میرزا حبیب اللہ خاں کے سکریٹری ہو گئے۔ جب قوام الملک کی نظام السلطنت سے جنگ ہوئی ہے۔ تو یہ لشکر کے سردار تھے۔ قوام الملک کو فتح نصیب ہوئی تو ان کو کارہائے نمایاں کے سلسلہ میں "سالار جنگ" کا خطاب عطا ہوا۔ اس کے بعد بھی مدت تک ملکی و سیاسی خدمات انجام دیتے رہے۔ اب اپنی ذاتی ریاست میں ادبی مشاغل میں مصروف ہیں۔ اور شیراز کی لٹریری سوسائٹی کے صدر ہیں۔ آپ کے اشعار اکثر رسائل میں طبع ہوتے رہتے ہیں۔ آپ کا شمار موجودہ دور کے قادر الکلام اور خوش فکر شعرا میں کیا جاتا ہے۔

۱۴۔ سعادت نوری

آقائے میرزا حسین خاں سعادت نوری ایران نو کے مایۂ ناز فرزندوں میں سے ہیں۔ کم عمری و نوجوانی میں اپنی طبع سلیم کی رہنمائی سے اس قدر صحیح ذوق شعر و ادب پیدا کر لیا جو مستثنیات میں شمار کرنے کے قابل ہے۔ شاعر و ادیب کے ساتھ آپ صاحب تصنیف بھی ہیں۔ آپ کے ذوق سلیم اور نقد ادب کا ایک نہایت دلچسپ نمونہ ان کی تالیف "گلہائے ادب" ہے۔ جس میں شعرائے معاصرین میں سے ۴۷ مشاہیر سخن کے بہترین آثار شعری کا انتخاب کیا گیا ہے۔ اس مجموعہ کے سرآغاز (دیباچہ) میں وجہ تالیف یوں بیان کرتے ہیں ؎

صرف نظر از کتب متقدمین آثار شعرائے معاصر نیز بقدمیسور صورت طبع نمی بیند۔ وجہ

بسیار از جواہرات گران بہا و اشعار آبدار کہ از گنجینۂ افکار دانشمنداں تراوش نمودہ
بگوشہ و کنار از بین رفتہ است. امروز اگر خواستہ باشید مجموعۂ از آثار شعرای
معاصر پیدا کنید قطعاً موفق نخواہید شد. لہذا این بندۂ ناچیز با کثرت مشغلہ کہ دارم
بجمع آوری مختصرے از آثار منظومۂ شعرای معاصر اقدام نمودہ . . . . . .
و آنرا بہ پیشگاہ بلند دوست فاضل عزیز خود حضرت آقای امین حزین دانشمند و نامی
.. اختر گرامی پیشکش میکنم"

گلہائے ادب میں سعادت نوری نے اپنا کلام بھی درج کیا ہے جس میں سے
کچھ ہم نے اس مجموعہ میں انتخاب کیا ہے۔ یہ غزلیات بھی لکھتے ہیں اور خوب لکھتے ہیں
ان کا مخصوص رنگ جوش و ولولہ ہے۔ جدت ادا اور سلاست بیان ان کی ہر نظم
میں نمایاں ہے۔ آپ فارسی و عربی کے سوا مغربی علوم و ادبیات کے بھی ماہر ہیں۔
چنانچہ آپ نے "ورڈس ورتھ" کی بعض نظموں کی فارسی نثر میں ترجمہ و تشریح۔ اور
اس کے کلام و سوانح پر تنقید بھی قلمبند کی ہے۔

۱۵۔ شباب کرمانشاہی

آقائے محمد جواد شباب سنہ ۱۲۷۰ھ / ۱۸۵۳ء میں کرمانشاہ میں پیدا ہوئے۔

علوم و فنون متداولہ کی تحصیل کے ساتھ ہی شہسواری و تیر اندازی میں بھی کمال پیدا
کیا۔ کچھ مدت کرمانشاہ سے "فصاحت" نامی اخبار شایع کرتے رہے۔ بڑے
زندہ دل، صاحب ذوق، نازک خیال، باکمال ادیب اور پرگو اور زود گو شاعر ہیں
قصیدہ اور غزل پر یکساں قدرت حاصل ہے۔ آپ کے مجموعہ ہائے کلام "دلشاد شباب"،
"لسان العاشقین"، "دبستان معرفت"، "کیمیائے سعادت"، "مجموعہ قصاید"

"چشمہ نوش"، "تیر شہاب"، "پریشان"، "شکرستان" و "مخزن اللآلی" ہیں۔
ان میں صرف آخری دو طبع ہوئے ہیں۔

۱۶۔ شوریدہ شیرازی

حاجی محمد فصیح الملک شوریدہ شیراز میں پیدا ہوئے "[illegible] نامہ شہری" میں انہوں نے خود اپنی ولادت کا سال ۱۲۷۴ھ لکھا ہے۔ اور حسب ذیل اشعار تاریخی درج کئے ہیں

از ہزار و سی صد افزون بود سال [illegible] بخت — گر ز من سال [illegible] ولادت خواست [illegible] فروز
گفت کز امید یامت؟ گفتمش [illegible] — [illegible] زبان تجربت [illegible]
اینک اعداد جمل را چون تدارد [illegible] — [illegible] گفتن [illegible]

آپ کا نسب نامہ اہلی شیرازی مصنف [illegible] تک پہنچتا ہے۔ سات سال کے تھے جب چیچک میں مبتلا ہوئے اور بینائی سے محروم ہو گئے۔ [illegible] برس کی عمر میں باپ رحلت کر گئے۔ تو ماموں کے زیر سایہ تربیت پانے لگے۔ لیکن باوجود ان نامساعد حالات کے طبع سلیم، ذکاوت فطری اور عالی حوصلگی کی بنا پر وہ نیک نامی حاصل کی کہ غیر فانی شہرت کے مالک بن گئے۔

زمانہ طفولیت ہی میں اپنے ماموں کے ساتھ حج کا شرف حاصل کر لیا تھا۔ ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء میں نظام السلطنت حسین قلی خاں کی مصاحبت میں داخل ہوئے۔ اور ان کی وساطت سے شہزادہ امین السلطان کی خدمت میں باریاب ہوئے۔ ناصر الدین شاہ اور مظفر الدین شاہ کی مدح میں بھی آپ نے قصائد کہے ہیں۔ ایک بار ناصر الدین شاہ قاچار کے دربار میں فی البدیہہ یہ رباعی سنائی تھی جس کے صلہ میں "فصیح الملک" کا خطاب مرحمت ہوا۔

رفتم بدرگہ شہ و خواندم ثنائے شہ — احسنت شد شنیدم و چشمم ورا ندید
چوں مصطفیٰ کہ شد شب معراج سوئے عرش — روئے خدا ندید و ندائے خدا شنید

۱۳۱۴ھ ۱۸۹۶ء میں طہران سے شیراز آئے اور ۱۳۲۳ھ ۱۹۰۵ء میں وہیں شادی کی آپ کی اولاد میں آقا حسین شیفتہ اور آقا حسن احسان بھی اس عہد کے خوش فکر حضرات میں ہیں۔ ۶ ربیع الثانی ۱۳۴۵ھ ۱۹۲۶ء کو شیراز ہی میں انتقال ہوا۔ اور حضرت شیخ سعدیؒ کے قریب دفن ہوئے۔ آپ کے کلام میں قصائد۔ غزل، قطعہ، رباعی، تاریخ سب کچھ ہے۔ اور فارسی شاعری میں کلاسیکی نظم کا درجہ رکھتا ہے۔

اعلیٰ حضرت رضا شاہ پہلوی کی تخت نشینی کی تاریخ تفنن طبع کے لیے درج ہے۔

اے امیر لشکر اے محمود راد — اے شکوہت راز شاہ نو نوی
تعمیہ تاریخ بس صعب است لیک — گفت شوریدہ فصیح مثنوی
از رضا خاں نام احمد پادشا — در عدد کم شد فزوں شد پہلوی

۱۶۵۲ - ۳۶۱ = ۱۲۹۱ + ۵۴ = ۱۳۴۴ھ

فصیح الملک نے اپنی وفات سے بہت پہلے خود اپنے انتقال کی تاریخ نکالی تھی۔ اور اٹھارہ شعر کا قطعہ کہا تھا۔ صرف تاریخ کا شعر نقل کرتا ہوں۔

سال نو تم بربیع دوم ایں مصرع گشت — شدہ شوریدہ بجاں جانب منان رحیم

۱۷۔ عارف قزوینی

میرزا ابوالقاسم عارف ۱۳۰۰ھ ۱۸۸۲ء میں قزوین میں پیدا ہوئے۔ عربی و فارسی کی تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ہی موسیقی اور خوشنویسی میں مہارت پیدا کی۔ اور کچھ مدت "روضہ خوانی" کرتے رہے۔ ۱۷ سال کی عمر میں "خانم بالا" ایک حسینہ سے عشق ہو گیا۔ اور

اپنے اور اس کے اعزہ کے منشا کے خلاف شادی کر لی۔ چند سال بعد دباؤ پڑنے کی وجہ سے طلاق دینی پڑی۔ مگر پھر دونوں نے ہرگز دوبارہ شادی نہ کی۔

۱۳۱۵ھ ۱۸۹۷ء میں رشت گئے اور ۱۳۱۶ھ ۱۸۹۸ء میں طہران آ کر موثوق الدولہ امیر کی مصاحبت میں داخل ہو گئے۔ اس کے بعد وزیر اعظم اور شاہ مظفر الدین قاچار کے درباروں میں رسائی حاصل ہو گئی۔ لیکن مزاج میں آزادی تھی۔ درباداری اور ندیمی پسند طبع نہ ہوئی۔ تحریک جمہوریت کے شروع ہوتے ہی سب کچھ چھوڑ احرار کی جماعت میں پیش پیش ہو گئے۔ اور جب احرار کو ایران سے ہجرت کرنی پڑی تو یہ بھی قسطنطنیہ چلے گئے۔

عارف قولاً اور فعلاً ہر طرح آزادی کے علمبردار رہیں۔ انقلاب کے زمانہ میں آپ گاؤں گاؤں کا دورہ کر کے اپنی غزلیں گاتے اور ملک بھر میں آگ لگاتے پھرتے۔ ظالم اور سرکش امرا و حکام کے خلاف آپ برابر علم جہاد بلند رکھتے تھے۔ چنانچہ ایک بار میرزا احمد خاں قوام السلطنت وزیر نے آپ کے باغیانہ اشعار بالخصوص اس شعر کی وجہ سے جس میں خود اسی پر حملہ تھا آپ کو قید کر دیا تھا۔

آں کسے راکہ دریں ملک سلیماں کردند ملت امروز بفہمید کہ او اہرمن است

عارف نے نئی نئی بحریں اور اوزان ایجاد کئے ہیں۔ جن کو صرف ماہرین موسیقی ہی گا سکتے ہیں۔ اس قسم کی نظموں کے سوا آپ کا کلام زیادہ تر غزلیات پر مشتمل ہے۔ آپ کا دیوان ۱۳۴۲ھ ۱۹۲۴ء میں برلن میں چھپ چکا ہے۔ جس پر ڈاکٹر رضا زادہ شفق نے مقدمہ تحریر کیا ہے۔ آپ کے اشعار لطیف جذبات قومی سے لبریز ہیں۔ اور سننے سنانے والوں کے جذبات ملی کو برانگیختہ کرتے ہیں۔ آپ کی غزلیں قومی

محفلوں میں گائی جاتی ہیں۔ اور آج بھی قارئین و سامعین ان پر سر دھنتے ہیں۔

۱۸۔ غمام ہمدانی

آقا محمد یوسف زادہ غمام پسر حجۃ الاسلام آقا سید یوسف ہمدانی۔ رجب ۱۲۹۲ھ ۱۸۷۵ء میں نجف اشرف میں پیدا ہوئے۔ نجف اشرف اور ہمدان میں عربی و فارسی کی تعلیم پائی۔ اور علوم وفنون متداولہ کی تحصیل کی۔ دورۂ مشروطیت میں آپ احرار کے لیڈر رہے۔ آزادیٔ وطن کی خاطر آپ نے بہت مشقتیں جھیلی ہیں۔ ہمدان سے ۱۳۲۵ھ ۱۹۰۷ء میں آپ نے "الفت" نامی اخبار جاری کیا۔ اور "انجمن اتحاد" قائم کی۔ جو کئی برس تک احرار کا ملجا و ماوی بنی رہی۔ ۱۳۳۰ھ ۱۹۱۲ء میں مشروطیت کے قیام کے بعد آپ سیاسیات سے کنارہ کش ہو گئے۔ اور صرف بعض اوقات ضرورتاً منظر عام پر آئے ہیں۔ ورنہ تجارتی و ادبی مشاغل میں مصروف اور قومی و ملکی مسائل سے علیحدہ ہیں۔

غمام کا کلام زیادہ تر غزلیات پر شامل ہے۔ آپ کی غزلوں کے دو مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ فلسفہ و حکمت، پند و موعظت کے مضامین آپ کا خاص موضوع ہیں جنہیں آپ غزل کی سادہ و سلیس، شگفتہ و شیریں زبان میں پیش کرتے ہیں۔ اور مغلق اور پیچیدہ الفاظ کہیں نہیں نظر آتے۔

۱۹۔ فرخ خراسانی

میرزا سید محمود جواہری ۲۳ جمادی الاول ۱۳۱۴ھ ۱۸۹۶ء کو مشہد مقدس میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد میرزا سید احمد "آقائے جواہری" خراسان کے مشہور اہل علم و فضل میں شمار کیے گئے ہیں۔ فرخ نے باپ کے زیر سایہ عربی و فارسی علوم رائجہ کی تعلیم پائی۔ اور تحصیل علمی کے بعد تجارت وغیرہ میں مصروف ہو گئے۔ ۱۳۴۵ھ ۱۹۲۹ء میں روس، جرمنی، فرانس وغیرہ کی

سیاحت کی۔

شعر و سخن میں آپ نے کم عمری ہی میں استادوں کی سی مشق و قدرت بہم پہونچا لی تھی۔ آپ کے اشعار کا جوہر روانی و شگفتگی اور سلاست و شیرینی ہے۔ اور آپ دور حاضر کے خوش گو اور صاحب فن باکمال سخنوروں میں گنے جاتے ہیں۔

۲۰۔ فرخی یزدی میرزا محمد فرخی ۱۳۰۶ھ ۱۸۸۸ء میں یزد میں پیدا ہوئے۔ تحصیل علم کے بعد کسب معاش اور دنیا داری میں مصروف ہو گئے۔ تحریک انقلاب شروع ہوئی تو یہ بھی اس میں شامل ہو گئے۔ ۱۳۲۲ھ ۱۹۰۴ء کے جشن نوروز کے موقعہ پر ایک پر جوش مسدس پڑھکر سنایا جس کا مطلع یہ تھا۔

عید جم شد اے فریدوں خو بت ایران پست | ستبی خوے ضحاکی است این خو نہ ز دست
حالیا کز سلم و تور انگلیس و روس ہست | ایرج ایراں سراپا دستگیر و پا بست

بہ کہ از راہ تمدن ترک بے مہری کنی
در رہ مشروطہ اقدام منوچہری کنی

حقیقت میں یہ مسدس عجیب طوفان انگیز اور ولولہ خیز نظم ہے ضیغم الدولہ قشقائی حاکم یزد اس قدر آپے سے باہر ہوا کہ اس نے حکم دیدیا کہ فرخی کا منہ سی دیا جاے۔ اور قید کر دیا جاے۔ چنانچہ مدت تک فرخی قید میں اور منہ کے زخموں کے شدائد میں گرفتار رہے۔ اور اس کے اثر سے اب بھی گفتگو صاف اور واضح نہیں ہے۔ قید سے رہا ہونے پر آپ کا قومی جوش اور خدمت ملک کا جذبہ اور بھی تیز ہو گیا۔ اور آپ پوری سرگرمی سے اصلاح ملک و قوم کے کام میں مصروف ہو گئے

یورپ کی جنگ عظیم کے زمانہ میں فرخی بغداد اور کربلا کو ہجرت کر گئے۔ وہاں سے انگریزوں نے نکالا تو موصل چلے گئے۔ پھر ایران واپس آئے تو روسیوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو گئے اور عرصہ تک قید رہے۔ پھر وثوق الدولہ اور سید ضیاء الدین طباطبائی کے عہد وزارت میں دوبارہ قید ہوئے۔ ١٣٤٠ھ (١٩٢١ء) میں آپ نے "طوفان" جاری کیا۔ جو اپنے عہد کا بہترین ادبی و سیاسی اخبار تھا۔

انقلاب روس کے جشن دہم کے موقعہ پر آقائے فرخی یزدی۔ آقائے شیروانی مدیر روزنامہ میہن۔ اور شاہزادہ سلیمان میرزا روسی دعوت کے جواب میں ماسکو گئے۔ فرخی نے واپسی پر اپنا سفرنامہ اور اس زمانہ کے "تاثرات" "طوفان" میں شایع کرنے شروع کئے لیکن حکومت نے اخبار بند کر دیا تو یہ سلسلہ بھی بند ہو گیا۔

١٣٣٠-٢٩ھ (١٩١٠-٢٠ء) میں آپ یزد کی طرف سے مجلس ملی کے ممبر منتخب ہوئے۔ مجلس میں اکثریت حکومت کے حامیوں کی تھی اور فرخی مخالفین کے سرگروہ تھے۔ اس لئے آپ کو اکثر طعن و ملامت کا آماجگاہ بننا پڑتا تھا۔ غرض آپ نے اپنی پوری عمر قومیات کے لئے وقف کر رکھی ہے۔ اور اس قرن کے وطن پرستوں میں آپ کا نام زریں حروف میں نمایاں کئے جانے کے قابل ہے۔

آپ کی منظومات۔ غزلیات اور رباعیات قومی جذبات اور جوش ملکی سے لبریز ہیں۔ آپ نہایت زود گو اور پرگو قادر الکلام شاعر ہیں۔ عموماً چند منٹ میں پوری غزل کہہ لیتے ہیں۔ آپ کا کلام ابھی تک علیحدہ کتابی صورت میں شایع نہیں ہوا۔

محمد طاہر فاروقی

مارٹن محل، آگرہ۔

یکم مارچ ١٩٣٦ء

منظومات

ملک الشعرا میرزا محمد تقی بهار خراسانی

کل الصید فی جوف الفرا

چار تن در یک زمان بستند در دوران کمی
پنج نوبت کوفتند اندر شعر و شاعری

جاه و آب رودکی شد تازه زین چار اوستاد
فرخی و عسجدی و زینتی و عنصری

درگه محمود شد زین چار شاعر پر فروغ
همچنان کز هفت اختر گنبد نیلوفری

زان فرستادند بهر شاعر از پشت پیل
اینت خوش بازارگانی آنت اشتری

بود کار شاعران در حضرت غزنی بکام
زانکه چون محمود را بد شیوهٔ شاعرپروری

بهر خدمت هر یکی نیکو غلامان داشتند
با کمربند مرصع با قباهای زری

ایستانیده بدرگه مرکبان راهوار
گسترانیده بمجلس فرشهای عبقری

در حضر همراز خسرو در سفر همراه شاه
شوق خدمت در سر و در دست [illegible]

چرخ بر این چار تن بگماشت چشم ملتفت
دهر بر این چار بود افکند مهر مادری

با چنان حشمت که بودند آن اساتید بزرگ
مال و نعمت بر نثار فضل و حکمت بیمری

بندگان بودند و شاگردان بر استاد طوس
زانکه بود او در سخن سنجان ورا برتری

من عجب دارم ازآن مردم که هم پهلو نهند — در سخن فردوسیِ فرزانه را با انوری
انوری هرچند باشد اوستادے بے‌بدیل — کے زند با اوستادِ طوس لافِ همسری
سحر هرچنداں قوی عاجز شود با معجزه — چوں کند با دستِ موسیٰ سحرہائے سامری
شاهنامه هست بے اغراق قرآنِ عجم — رتبهٔ دانائے طوسی رتبهٔ پیغمبری
شاعرے را شعر سهل و شاعرے را شعر صعب — شاعرے را شعر سخته شاعرے را سرسری
آں یکے پند و نصائح آں یکے عشق و مدیح — اینکے زہد و شریعت اینکے صوفی گری
بهتریں شعرے ازیں اقسام و شهنامه است — از مدیح و وصف و عشق و پند چوں خوش بنگری
در مقامِ چاره سازی همچو پزشکی چیره دست — در مقامِ کینه توزی چوں پلنگِ بربری
چوں دم از تقدیر و از توحیدِ یزدانی زند — روح را ہر نغمه‌اش سازد یکے خنیاگری
داستانها بسته چوں زنجیرِ پولادیں بهم — کاندر آنها لفظ، با معنی نماید همسری
باغباں وش از برِ ہر داستانے نو بنو — بسته از اندرزِ خوش یکدسته گلبرگِ طری
چند روح اندر یکے شاعر بمیراث اوفتاد — فیلسوفی، پادشاهی، گربزی، کندآوری
زیں طباعِ مختلف سر زد صفاتِ مختلف — واں صفتها شعر شد و آں شعر باشد دفتری
شعرِ شاعر نغمهٔ آزادِ روحِ شاعر است — کے تواں ایں نغمه را بنهفت با افسونگری
فی المثل گو شاعرے مهتر نباشد در منش — هرگز از اشعار او ناید نشانِ مهتری
ور نباشد شاعرے اندر منش والا گهر — نشنوی از شعرهایش بوے والا گوهری
هر کلامے باز گوید فطرتِ گوینده را — شعرِ زاهد زهد گوید شعرِ کافر کافری
ترجمانِ مخبرِ والائے فردوسی بود — هرچه در شهنامه است آثارِ والا مخبری
گفت پیغمبر که دارند اهلِ فردوسِ بریں — بر زباں لفظِ دری۔ جائے زبانِ مادری

نی عجب گر خازن فردوس فردوسی بود — کو بود بی شبهه رب النوع گفتار دری

عیب بر شهنامه و گوینده اش هرگز نه کرد — جز کسی کش نیست عقل از وهمت نقصان بری

گر نه با افسار قانونشان به پیچانند پوز — از بر بستان دانش پشک بیندازد خری

کس بدیشان ننگرد گرچه زن و فرزندشان — لاجرم خصم بزرگانند و خصمی منفتری

هر کسی مشهور شد این قوم بدخواه ویند — زانکه بوم شوم باشد دشمن کبک دری

این ددان با سعدی و حافظ همی دشمن اند — گرچه رو محبوب خلق اند آن تبان آذری

مدح فردوسی شنیدم از شعاع الملک و گشت — طبع من از خواندن شعرش بدین گفتن جری

شاعری اندر شعر گفت از سال و ماه اوستاد — اینک این تاریخ نیک آید چو نیکو بشمری

سی صد و سی یا بسالی کمتر از مادر بزاد — هم بشصت و پنج کرد آغاز داستان گستری

در اوایل چارصد شد سپری شهنامه اش — یازده سال دگر شد عمر شاعر اسپری

بر دو سی و پنج سال اندر کتاب خویش رنج — ماند بارنجی چنان گنجی بدین پهناوری

زر بکف ناورد زیرا کارفرمایان بدند — بسته همچون سکه بر دل نقش زر جعفری

جود محمودی در آغاز جهانگیری بود — چون فزون شد گنج رادی رفت و آمد معسری

زنده شد ایران ازین شهنامه گرچه شاعرش — خون دل خورد و ندید از بخت لامد بری

تا به عهد پهلوی شاهنشه والاگهر
شد هزاره او در انگشت جهان انگشتری

افکار اخلاقی و فلسفی

از بر این کرهٔ پست و حقیر — زیر این قبهٔ مینای بلند
نیست خورسند کس از خرد و کبیر — من چرا بیهوده باشم خورسند

ذره‌ام در همه اشیای باریک — ذره تا سر حد اسرار وجود
چیست هستی؟ ابدی بس تاریک — واندران نقطهٔ شکی مشهود

بجز آن نقطهٔ نورانی شک — نیست در این افق تیره فروغ
عشق بستم بحقایق یک یک — راست گویم؟ همه وهم است و دروغ

غیر و همسر نیابد بنظر — غم و شادی خوش و ناخوش بد و خوب
بکند کوکبهٔ صبح دگر — در برم جلوه نه تشییع غروب

فکر عصیان زده مستأصل — نحو گرداب یکی روح عظیم
چون یکی کشتی بشکسته دگل — پیش امواج حوادث تسلیم

خلق ما کرده طبیعت ز ازل — هر دو قانون پلید ارزانی
سر تأثیر وراثت اول — بعد تأثیر تعلم ثانی

روح من گر ز نیاگان من است ۔۔۔ العجب پس من بدبخت که ام؟
وگر این روح و خرد زان من است ۔۔۔ بستۂ پند وراثت چه ام؟

یک نیا عابد و عارف مشرب ۔۔۔ یک نیا لشکری و دیوانی
پدرم شاعر و من نیز بسر نسب ۔۔۔ شاعر و لشکری و روحانی

جد من تاجر و نیز بروے پدر ۔۔۔ در من آہنگ تجارت فرمود
اثر تربیتش گشت ہدر ۔۔۔ لیک بر رنج من آسیب فزود

من نہ زاہد، نہ محاسب، نہ حریف ۔۔۔ من نہ تاجر، نہ سپاہی، نہ ندیم
ہمہ با حریف و ، نہ حریف ۔۔۔ ہمہ کار علیم و ، نہ غلیم

سخت چون سنگ سپہر غماز ۔۔۔ ہر دم بر جگر افگندہ خدنگ
گوئی از بہر نشان تیر انداز ۔۔۔ بدنے تیر نشانیدہ بنگ

گل پیش رس

بماہ سفندار یک سال شید ۔۔۔ بتابید بر یاسمین سپید
نشستہ ہنوز از ستم دست دے ۔۔۔ ز ابرو برافشاند خورشید خوے

گرو شد گلوگاه باد شمال   هوای وژرم را انگشت حال

بعد رنگ سیمرغ زرین کلاه   بزد تیر در چشم اسفند ماه

گداز ید برف و بتابید شید   بجوشید سبزه بجنبید بید

دو دو روز از آن پیش کاید بهار   فریبنده خورشید شد گرم کار

بستان خورشید و زرق سپهر   بهارے پدیدار شد خوب چهر

بزد برگ تر سر از شاخ خشک   پر از مشک شد زلف بید مشک

دو سه روز شب گشت و شب روز شد   گل پیش رس گلشن افروز شد

نگار بهار و خدیو چمن   گل یاسمین زیور انجمن

بیک ماه از آن پیش کایام اوست   برآمد ز مغز و برون شد ز پوست

بخندید بر چهره خورشید روز   بشب خفت پیش مه دلفروز

گمان برد مسکین که خورشید ماه   بر او مهر ورزند بیگاه و گاه

ندانست کانیک نه هنگام اوست   که بر جای مے زهر در جام اوست

ناگه طبیعت بر آمد ز خواب   فرو خفت خورشید بر شد سحاب

بغرید باد از بر کوهسار   بیفتاد نازو و خم شد چنار

زمانه خنک طبعی آغاز کرد   طبیعت بسردی سخن ساز کرد

بیفتاد برف و بیفسرد جوے   سیه زاغ در باغ شد بذله گوے

سراسر بیفسرد و پژمرد باغ   همان پیش رس گوهر شب چراغ

شکر خند نازش بکنج لبان   بیفسرد و دشنامش اندر زبان

چنین است پاداش نود آمدن   باسیه باطل فرود آمدن

من آن پیش رس غنچهٔ تازه ام   که هر جا رسید است آوازه ام
من آن نوگل برگ جان خورده ام   بغفلت فریب جهان خورده ام
یک راه صد ساله پیموده ام   به بیگانه رخساره بنموده ام
بخون گرمی روز بشگفته ام   ز دم سردی شب بخون خفته ام
ز بے آبی عرق پژمرده ام   ز سرمای عادات افسرده ام

نبوده در ایام یک روز شاد
نخندیده در باغ یک بامداد

فردوسی

سخن بزرگ شود چون درست باشد و راست
کس از بزرگ شد از گفتهٔ بزرگ رواست
چه جد، چه هزل، در آید بآزمایش کج
هر آن سخن که نه پیوست با معانی راست
شنیده ای که بیک بیت فتنه اے بنشست
شنیده ای که بیک شعر کینه اے بخاست
سخن گر از دل دانا نخاست زیبا نیست،

ز نغز قوافی مطبوع و لفظها زیبا است
کمال هر شعر اندر کمال شاعر اوست

ز صنع دانا انگاره دل دانا است
چو [illegible] گفته دانی قوی ساعد اوست ولی

چو مرد والا شد گفته‌های او والا ست
ز دست [illegible] گفتار شاعری که سخی است

گدائی [illegible] شعر شاعری که گدا است
کلاه هر قوم [illegible] سر او ست

گر فریب کبر ست یا شکار ریا ست
نشان سیرت شاعر ز شعر شاعر جوی

که فضل گلبن اندر فضل آب و خاک و هوا است
درستی شعری فرع درستی طبع است

بلندی رتبتی فرع بلندی بالا ست
بود نشانه خبث خطیه گفته او

چنانکه گفته دستان دلیل صدق و صفا ست
کمال شیخ معزی ز فکر وست پیدا

شهامت متنبی ز شعر او پیدا است
نشان خوی دقیقی و خوی فردوسی ست

تفاوتی که به شهنامه‌ها به بینی ما است

بلے تفاوتِ شہنامہ ہا بمعنی و لفظ
درست و راست بہ ہنجار خوے آن دو گواست

جلال و رفعت و گفتار ہاے شاہانہ
نشان ہمت فردوسیٔ سخن آراست

عتاب ہاے غیورانہ و شجاعت ہا
دلیل مردی گوینده است و فخر او راست

محاورات حکیمانہ و درایت ہاش
گواہ شاعر در عقل و راے حکمت زاست

صریح گوید گفتار ہاے او کایں مرد
بہ ہمت از امرا و بہ حکمت از حکماست

کجا تواند یک تن دو گونہ کردن فکر
جز آں کہ گوئی دو روح در تنے تنہاست

بصد نشاں ہنر اندیشہ کردہ فردوسی
نعوذ باللہ پیغمبر است اگر نہ خداست

درون صفحۂ بازی یکے نمایش گر
اگر دو گونہ نمایش دہد یسے والاست

یکے بہ پہنۂ شہنامہ بیں کہ فردوسی
بصد لباس مخالف ببازی آمدہ راست

امیرِ کشورگیر است و گردِ لشکرکش
وزیرِ روشن راے است و شاعرے تنہاست

مکالمات ملوک و محاورات رجال
ہمہ قریحہ فردوسی است بے کم و کاست

برونِ پردہ جہانے ز حکمت است و ہنر
درونِ پردہ یکے شاعرے ستیزہ لقاست

بہ تختِ ملک فریدوں بہ پیشِ صف رستم
باحتشام سکندر بہ مکرمت داراست

بگاہ پوزش خاک و بگاہ کوشش آب،
بوقت ہیبت آتش بوقت لطف ہواست

بوقت راے زدن بہ ز صد ہزار وزیر
کہ ہر وزیر دا راے صد ہزار دہاست

بہ بزم سازی مانند بادہ نوش ندیم
بہ پارسائی چوں مرد مستجاب دعاست

بگاہ خوف مراقب بگاہ کیں بیدار
گہ ثبات چو کوہ و گہ عطا دریاست

بحسب حال کجا بشمرد حکایت خویش،
حدیث ہاے صریحش تہی ز ردی و ریاست

بزرگوارا، فردوسیا! بجاے تو من،

یک از هزار نیاورست گفت از آنچه رواست
ترا ستا کنم و بس، کزین دغل مردم
همی ندانم یک تن که مستحق ثناست
تورا کنیم ثنا تا که زنده ایم به دهر
که شاهنامه ات اے شهره مردمی ماست

جلال الممالک شاهزاده ایرج میرزا

قلب مادر

داد معشوقه بعاشق پیغام
که کند مادر تو با من جنگ
هر کجا بیندم از دور کند
چهره پرچین و جبین پر آژنگ
با نگاه غضب آلود زند
بر دل نازک من تیر خدنگ
از در خانه مرا طرد کند
همچو سنگ از دهن قلماسنگ
مادر سنگ دلت تا زنده است
شهد در کام من و تست شرنگ
نشوم یکدل و یکرنگ ترا
تا نسازی دل او از خون رنگ
گر تو خواهی بوصالم برسی
باید این ساعت بیخوف و درنگ
روی و سینه تنگش بدری
دل برون آری از آن سینه تنگ
گرم و خونین بمنش باز آری
تا برد زآینه قلبم زنگ

معشوق بے خرد و ناهنجار نه بل آن فاسق بے عصمت و ننگ
حرمت مادری از یاد ببرد خیره از باده و دیوانه ز بنگ
رفت با دشنه بیفگند به خاک سینه بدرید و دل آورد بچنگ
قصد سر منزل معشوق نمود دل مادر بکفش چون نارنگ
ز قضا خورد دم در بزمین واندکی رنجه شد او را [illegible]
آن دل گرم که جان داشت هنوز اوفتاد از کف آن بیهده [illegible]
از زمین باز چو برخاست نمود سینه پر آتش [illegible]
دید کز آن دل آغشته بخون آید آهسته برون این آهنگ

آه دست پسرم یافت خراش
وای پای پسرم خورد بسنگ

در مذمت شراب

ابلیس شبی رفت ببالین جوانی آراسته با وضع مهیبی سر و بر را
گفتا که منم مرگ اگر خواهی زنهار باید بگزینی تو یکی زین سه خطر را
یا آن پدر پیر خودت را بکشی زار یا بشکنی از خواهر خود سینه و سر را
یا خود ز مے ناب بنوشی دو سه ساغر تا آنکه بپوشم ز هلاک تو نظر را
لرزید از این بیم جوان برخود و جا داشت کز مرگ فتد لرزه به تن ضیغم نر را
گفتا نکنم با پدر و خواهرم این کار لیکن بمے از خویش کنم دفع ضرر را

جوانے دو سہ مے خورد و چو شد خیز ز مستی ہم خود ہر خود زد و ہم کشت پدر را

اے گرش شود خشک تن بر بی خداوند

زنید پیشتر حفظ کند تن ز بتشه

گفتگوے کارگر و کارفرما

شنیدم کارفرما نظر کرد ز روی عجب و نخوت کارگر را

روان کارگر از وے بیازرد که بس کوتاه دانست این نظر را

بگفت اے گنجور این نخوت از چیست چو مزد رنج بخشی رنجبر را

من از آں رنجبر گشتم که دیگر نه بینم روے کبر گنجور را

تو از من زور خواهی من ز تو زر چه منت داشت باید یک دگر را

تو صرف من نمائی بدره سیم منت تاب روان نور بصر را

ز من زور و ز تو زر این بآں در کجا باقیست جا عجب و بطر را

نه باقی دار این دفتر نه فاضل گهر دادی و بس دادم گهر را

بکس چون رایگاں چیزے نبخشند چه کبر است این خداوندان زر را

چرا بر یک دگر منت گذارند
چو محتاج اند مردم یکدگر را

تعارف

یارب ایں عادت چہ می باشد کہ اہلِ ملکِ ما
گاہ بیروں رفتن از مجلس زدہ رم می کنند

جملہ بنشینند با ہم خوب و برخیزند خوش
چوں بہ پیش در رسند از یکدگر رم می کنند

ہمچناں در موقع وارد شدن بر مجلسے
گہ ز پیش رو، گہے از پشت سر رم می کنند

بر زباں آرند بسم اللہ بسم اللہ را
گو ئیا جن دیدہ یا از جانور رم می کنند

اینکہ وقتِ رفت و آمد بود اما ایں گروہ،
در نشستن نیز یک نوعِ دگر رم می کنند

آں یکے چوں می نشیند آں یکے در می جہد
تا دو نوبت گاہ کم گہ بیشتر رم می کنند

فرضاً اندر مجلسے گروہ نفر بنشستہ اند
چوں یکے وارد شود ہر دو نفر رم می کنند

گوئی اندر صفحۂ مجلس فنر بنشاندہ اند
چوں یکے پاے نہد روے فنر رم می کنند

نام ایں رم را ناداناں ادب بنہادہ اند

بیشتر از صاحبان سیم و زر رم می کنند
از برای رنجبر رم مطلقاً معمول نیست
تا توانند از برای گنجور رم می کنند

قوی و ضعیف

قصه شنیدم که بوالعلا به همه عمر — لحم نخورد و ذوات لحم نیازرد
در مرض موت با اجازهٔ دستور — خادمکی جوجه با به محضر او برد
خواجه چون آن مرغ کشته دید برآشفت — اشک تحسر ز هر دو دیده بیفشرد
گفت بطیر از چه شیر شرزه نگشتی — تا نتواند کست بخون کشد و خورد

مرگ برای ضعیف امر طبیعی است
هر قوی اول ضعیف گشت سپس مرد

میرزا ابوالحسن خان فروغی

انسانیت

اگر دیده بی نور دیده بود — هم این آدمی ز خرد آدمی است
چو خود بی خرد نیست مردم کسی — تو چونت به بیدانشی خرمی است

خرد را بدانش شناسد خرد — ترا هم خرد معنی مردمی است
نیاز ار بدانش نداری مناز — به بینش خود آگه که نجه داری کمی است
چه نازی به دستی که در روزگار — چو مردم منم خود مرا خاتمی است
نگین خرد نیست در شست تو — سلیمانی بی چون تو جمی است
فزونی صفت باش کی یار باش — که با اہل دانش ورا عدمی است

بود ناجراحات نقص وجود
بدان دم رسد کاندرو مرهمی است

عزم و همت

خوش آن کش برآسودگی رای نیست — ز هر مشکلش هیچ پروای نیست
درازآیدت راه در چشم عزم — اندیرا که در رفتنت رای نیست
اگر پای همت بود مرد را — سراسر جهان جز یک پای نیست
فراخ است گیتی ز هر سو که تو — نگوئی پی جنبشم جای نیست
نه گز فرازش نشینی که پای — روانم برایش ز رف پهنای نیست
برین دائره تا ز رف گیتی محیط — جز از عزم جانهای والای نیست
همان کرسی ایزدا این جان تست — که دستش گران را اندیرای نیست
ز امکان سپر تو تنگی در او است — مکان را بن ار هیچ پیدای نیست
ستاین بهمن گیتی یکی کارگاه — نشسته برش جز تو جولای نیست
پر از نقش برش نه پیدا آراستن — که جز تو بر و چهره آرای نیست

تو هر نقش زیبا که بینی بباغ — جز از خلق آن چشم بینائے نیست

ببینش در است آفرینندگی — که بے دیدہ خود نقش زیبائے نیست

جہاں چشم بینائے گیتی توئی — عجب گر گہر روشنی زائے نیست

ازانی تو بیگانه چون چشم کور — که ساده دلت همت افزائے نیست

جز از کار بینش نیفزاید ست — جز از بینشت کار فرمائے نیست

فروغی که در نام دارد فروغ — بدین نام نازنده بے جائے نیست

جہاں بے فروغ خردمندیت — جز از بستر خار و خارائے نیست

خرد جز یکے نو ز بینش فزائے
که همت کشد سوے بالائے نیست

عزتِ نفس

بر آنم که دست از جہاں باز دارم — جہاں باجہاں جوے تغافل گذارم

مرا پردۂ غفلت از دیدہ یک دم — گر افتند زاں پس تنعم ندارم

چه بندم بدان نعمت شوم دل را — که از کشته اش پشته با بر شمارم

مرا هیچ گل نشگفد پیش خاطر — جز از خار کز خسته پاے برآرم

ز گردوں همه رنج زاری کشیدن
ازاں بہ که نزدیک دوناں بزارم

مخمس در جنگ بین المللی

آمد دی و بہمن سخن اینست بایجاز | روزے است کہ گل رنگ کند نامیہ اعزاز
درماندہ شاخ غنچہ دہن می نکند باز | ہر مرغ بصحرائے دگر بستہ پرواز
اے مرغ روان ہم تو خود ایں خانہ بپرداز

ایں خانہ بپرداز بباغ دگرے شو | در راہ بداں باغ نداری بہ ہوس رو
کش بہرہ برد ہم خور و ہم خار ز پرتو | باشد کہ ببخشند ترا بہرہ نوے از نو
وان ساقی خورشید رخم گردد دمساز

در آئینہ جام رخ جم بنگارد | در جام جم آن خون سیاوش بفشارد
آن آب کہ چون آتش زردشت بیارد | وان مایہ جام جم بکف مشت گذارد
یعنی کہ منہ دامن زردشت بکف باز

گو دین ہری کینہ ز زردشت ستاند | در آب چو آتش اثر نیک نداند
زانست کہ ایں آب بہ پستی بکشاند | زیں پیش تو گوئی بچہ پستی برساند
کامروز رسیدست ازیں دہر سبک تاز

از جم چو نشانے بجز از جام نماندست | با جام بسازم کہ سرانجام نماندہ است
ہر چند ز مردان بجز از نام نماندست | در خاطر ما جز طلب کام نماندہ است
ناکام تو پس آتش خم را بہ تن انداز

گر بار دگر طرح سرانجام بیابم | در ترک مے سرخ و لب جام شتابم
امروز بہ دو بادہ کہ بے بادہ خرابم | تن بندد کہ چون ذرہ ز جبرہ حسابم

خورشید بکف دارم و شرمنده ز ابراز

بر کشور ما تیرگی آورد چناں دست — کامروز ره نور بسایه بجہاں بست
اے باغ شہاں کت قدم خار و خساں خست — آغاز چناں عالی و انجام چنیں پست

ایں سحر چناں خاست ازاں کوکب اعجاز

ما ناخلفانیم ازاں تیره نشانیم — از راستی اینک بکجی خیمه کشانیم
خوش چو زند دل که دگر جاں بفشانیم — ناچار ہماں آتش بابیه بنشانیم

جاں باز نیارد شد جز مرد سرافراز

اے تازه گہرہا که دریں کان جہانید — چوں غنچه بداں پرده آینده نہانید
چوں از پے ما پاے بر ایں خاک فشانید — ایں تیرگی از دوره ما بر ستانید

آں نور بجوئید که بود است در آغاز

چوں آتش بے نور ز زشتی منش ماست — شد اہرمنی دودش در چشم ہنر است
با ایں ہمه شمعے گر ازیں ظلمت شب کاست — آں برق شہابی ز سماء ہنر ماست

ہاں پند بگیرید ز بشنیدن ایں راز

زاں پس که نمانده بجہاں ہیچ اثر ما — در خاک شود پے فگن خلق سر ما
تاج سر ما گردد ایں خاک در ما — زنہار نگیرید ز ما جز ہنر ما

باقی ہمه عبرت فنا را بود انباز

تضمین دو بیت ادیب پیشاوری

ز ساقی که لب پیش دارد مرا — شکر خواستم کز لب آرد مرا

یکی بادهٔ آغشته شیرین شکر — چو آن نظم استاد صافی گهر

سخن سنج دانا ادیب سترگ — که پیشاور از نام وی شد بزرگ

بشست لبهای همچون رطب — همی خواند با من از آن تشنه لب

"بیاموز خوی بلند آفتاب — بهر جا که ویرانه بینی بتاب"

شنیدم من و گوش من کام شد — کشنده ز هر لفظ صد جام شد

شدم مست چونانکه دریای کی — پر از موج دیدم در ایوان کی

بدیدم سر و تاج جمشید را — فروزنده رخسار خورشید را

یکی اورنگ دیدم بچرخ بلند — نشسته بر آن خسروی ارجمند

تو گفتی که خورشید تخت است و شاه — فروزنده تر دارد از خود کلاه

ز مستی منش دست بردم به تخت — نیاشفت ازین خسرو نیک بخت

یکی گوهر از تاج روشن بزیر — رها کرد و گفت ای فروغی بگیر

چو بگرفتم این بیت دیدم براوی — هم از گفت دانشور نغز گوی

"هر آن کو ز دانش برد توشه‌ای
جهانی است بنشسته در گوشه‌ای"

آقای حیدر علی کمالی اصفهانی

جشن فردوسی

جهان پر نشاط است و شادی و جوش ‌ ‌ ‌ نشاید سخن گوی ماند خموش

بویژه که این جشن ملی بود ‌ ‌ ‌ سزد هر چه از آن ستایش بود

گر این جشن را ریشه خواهی نخست ‌ ‌ ‌ بگویم گر چون سزد و از چه رست

بوقتی که ایرانیان را نژاد ‌ ‌ ‌ تبه خواست گردیدن ارج و نژاد

یکی مرد گوینده آورد طوس ‌ ‌ ‌ که آراست روی سخن چون عروس

حکیم و دل آگاه سنجیده گو ‌ ‌ ‌ خجل آب حیوان بر طبع او

بلطف معانی و گفتار نغز ‌ ‌ ‌ جهان را بطیب گل آگند مغز

پی نظم گفتن چو آغاز کرد ‌ ‌ ‌ ز فردوس گفتی درے باز کرد

پر از رای و مردی سخنهای او ‌ ‌ ‌ سخن جامه بد بر بالای او

ز گفت تو آئین بجای نشست ‌ ‌ ‌ که کس را بدان جا دگر نیست دست

سخن هر چه بود از نیاگان ما ‌ ‌ ‌ ز مردان جنگی و شاهان ما

ز طرز جهانداری و بسط خاک ‌ ‌ ‌ ز داد و دهش‌ها و آئین پاک

ز افسانهای غریب و شگفت ‌ ‌ ‌ کز آن پند دانا تواند گرفت

ز گفتار و کردار متروک و خوار ‌ ‌ ‌ که اکنون بدان با کنیم افتخار

بیاورد در نظم یکسر شمید — بدل داد ایرانیان را امید
بسی سال برد اندر آن کار رنج — به عشق وطن نه بامید گنج
بدفتر چو آن گفتها کرد یاد — بدان نام میمون شهنامه داد
ز فردوسی اکنون بگیتی سخن — بماند است هرگز نه گردد کهن
کنون جشن سال هزاره وی است — همه ملک سرگرم کار وی است

الا ای سخن گوی دانای طوس — زمانه بمرگ تو دارد فسوس
خطا گفتم این گفته چون منی است — که زی تو همی مرگ را راه نیست
تو آن پرهنر مرد گوینده ای — که تا پارسی هست تو زنده ای
فلک گیر تا جمله گویندگان — بخیل تو آیند چون بندگان
گرت شاه محمود دل رنجه کرد — ز کردار او دل ترا گشت سرد
ازان عهد و تاریخ بعد از هزار — بایران بیامد یکی شهریار
ابا آهنین عزم و رای قوی — شهنشاه بیدار دل پهلوی
که تاج و نگین بالد از نام او — ستاره بنجوید مگر کام او
از آن پس که ایران پر از فتنه بود — ز ناایمنی هر طرف رخنه بود
فراوان بهر جا بد آشفتگی — نفسها گرفته ز دل تفتگی
بجنبش ز هر گوشه گردنکشی — بجز در خرابی نه بد کوششی
بعزم قوی کارها کرد راست — بکوبید هر سرکز ان فتنه خاست
همه کارها زو گرفته نظام — برون خودسری شد ز ایران تمام

سرافگنده هرکس پی کار خویش — برفت از پی سود بازار خویش
چو اینگونه هر توسنی رام شد — بفرّش همه ملک آرام شد
به پست و بلندی هر کار دید — نخست آنچه بایسته بد برگزید
پی اخذ تعلیم و بسط علوم — جوانان شایسته زین مرز و بوم
فرستاد آنجا بپای فرنگ — که بی علم مردم نیارزند سنگ
بفرمود ایرانیان را تمام — که سالی دو مانند اندر نظام
ازین رای شاهانه شد زورمند — جوانی که پارش بُدی سی نژند
کنون بذر را گاه افشاندن است — سپس کام از حاصلش راندن است
سکی باش تا میوه آرد ببار — مر این تخم کافشاند یک شهریار

بناهای زیبا بس ایجاد کرد — هر آن جا که ویران به آباد کرد
بفرمود تا خانهای خراب — بکوبند و سازند طرزی صواب
معلل ترا خواست آرامگاه — که جبران کند کار شه باز شاه
چو میل شهنشاه ملت بدید — بعشق تو و میل شه بگروید
بزر اندر آن کار امداد کرد — هم از جشن تو قلب خود شاد کرد
کنون از پس تو بسالی هزار — کمالی بدین گفت تا استوار

بسوی تو خواهد که ره جویدی
بمینو پی تفت ره پویدی

خوانند بهار مهرگان را

ای عصر جدید ای که خود را — ز اعصار خجسته می شماری
انصاف بده که گویمت تا — از عدل چه بے خبر نداری
در ما بقدیم و عهد وسطی — هرگز نبد این سیاه کاری
آن کز بعنف یا بعمداً — گر عمر درین نمط گذاری

وحشت کده کنی جهان را

بر خود ز تمدن ار چه نامی — بگذاشته بصد خطا و خال
دانا همه داند اینکه دامے — در آن تو نهاده بهر حال
چون ساقی خوب رو که جامے — بر کف بودش ز زهر قتال
آنند که بجادوئی تمامی — گفتار نکو و زشت افعال

زین راه کشی تو کے عنان را

گرچه بقرون پیش دانم — این فتنه و شور در بشر بود
آخر نه بسادگی در آنهم — گر پرتو مهر روی بنمود
آن مهر گرفته ترک عالم — وین طرفه که نامےست خوشنود
وه دل بنگاه قدم ازین غم — کاین عهد گرفته اند مسعود

خوانند بهار مهرگان را

یک وادی هولناک غدار — کش تغذیه نیستش بجز خون
با نام حقوق و عدل زنهار — آراسته برنگ و افسون

چوں شاہد دل کشش بہ بازار — در جلوہ بیاوری ہمی چوں
اے کاش کہ پردہ می شد از کار — تا چند زنی تو نعل وارون
پوشی بہ چہ رنگ آسمان را

اے ہیئت اجتماعی آں رخ — کز تو است چہ داغ بر جگر ہا
آغشتہ بخون دیدہ ہا رخ — سازی پسر از پے پدر ہا
نہ کار نکو نہ راے فرخ — در تو نگرند با بصر ہا
بر گفت منت چو نیست پاسخ — در لب شکنیم ایں گہر ہا
پس خوب بہ بندیم زباں را

ہر چند ز کبر بر کشی سر — و اسرار جہاں ہمہ بجوئی
دشمن بتو من شوم فزوں تر — تا راہ بدیں طریق پوئی
نہ من کہ ہزار ہا ہنر ور — خصم اند ترا ازیں دو روئی
ایں خشم و ستیزہا بدفتر — آزردگی تواں کہ شوئی
داغیست کہ نیست مرہم آں را

گر نیک بخویش بنگری ہاں — با فکر عمیق و راے روشن
بینی ز تمدن فرنگستاں — داری تو چہ لکہ ہا بدامن
وحشی منشی گزیں کہ چنداں — غم نیستش از برہنگی تن
با ایں رخ خوب و لعل خنداں — بس خوں کہ گرفتہ بگردن
زآشوب بہل دمے زماں را

اے مرغ اگرچہ ای خوش آواز — زیں نغمہ ترا بزند خنجر ،

جز طبع کمالی سخن ساز — کان نفع تمیز ندهد از ضر
با تو نبود کسی هم آواز — بیهوده مکن برون سر از پر
بگذار ز سر هوای پرواز — کاین راه مخوف هست دیگر
ترسم که نبینی آشیان را

زاین نغمه بقهر گر نسایند — حلقوم ترا به تیغ فولاد
زی مهر و سوی وفا گرایند — از سر بنهند رسم بیداد
پیرانه به پند لب گشایند — چون مرد کهن بطفل نوزاد
مشنو که غمی بغم فزایند — از این سخنان سست بنیاد
پوشند بکار پرنیان را

تو بی خبری بکنه گیتی — ز اسرار وجود هر چه خوانی
طفلی که کند هنوز تاتی — داند چه رموز آسمانی
در سیر بشر بملک بینی — این کشمکش است جاودانی
با غائله حیات آری — رمزی است نهان که تو ندانی
زین فکر عبث مکاه جان را

چکامه وطنی

ای کشور جم چنان گشته خراب — کآبادی تو کس بتوان بیند بخواب
گویند اهل فکر که اصلاح حال تو — شاید ولیک نیست طریقی جز انقلاب

من نیز بینمی که ازین خون هیچ روی — در عرق مردمان تو نتوان نمود یاب
باشندگان کشور سیرون و داریوش — افسرده اند فاسد از شیخ تا شباب
اخلاق فاسد از همه سو بسکه موجزن — چون تشنه ایست طالب اصلاح در سراب
گیتی جدید گشته و ما همچنان ز جهل — در خواب غفلتیم و نگیریم از آن حساب
ما از زمانه پند نگیریم اگر فرا — خود را چنو عوض ننماییم با شتاب
این کهنگی برگ کشد مان علی الیقین — مرگی چنان که نیز نباشد هیچ باب
تا خود چه اختیار نمائی برای خود — من گفتم آنچه بود و نمودم ره صواب
ترسم که سر ز خواب برآریم آن زمان — کز جانب دگر زده سر باشد آفتاب
پنجاه بار گردش گردون بمن گذر — کرده و من شنیده گهی ناله گه عتاب
کاخر سیاه بختی ما کی سر آیدی — مویم سپید کرده و ندارم یکی جواب
پس آسمان دخیل نباشد بکار ما — راحت اگر بریم بگیتی و گر عذاب
هر تخم کان بکشته همان نیز بدرویم — بیرون هما نیاید از بیضهٔ غراب
خفتیم ما و داد بریدند دیگران — وین طرفه تر که هیچ نداریم اضطراب
با مفت خوار و جاهل و بیکاره آن کنند — مردان کار کان ننمایند باد و آب
به جینه مرد وار میان بند اگر حیات — خواهی و پا گذار دلیرانه در رکاب
آن را که مهر و درد وطن نیست گو بمیر — زان کش بمغز رای و خرد نیست و تاب
اصلاح کن نخست خود را ز عیب و پس — اصلاح ملک خواه شوی تا که کامیاب
کوتاه کن کلالی و لب از سخن به بند — وز چهره حقایق خونین بکش نقاب
زان نشسته اند به بزم اندر و چه سود — آید اگر به شاهد مقصود بی حجاب

ویرانی ایران

چند بباید نشست و بود نگهبان | دید بویرانی و خرابی ایران

ده به تحمل ز حد گذشت و صبوری | بیشتر از این نگاه کردن نتوان

کشور سیروس گشته ملعبهٔ چند | فاسد و جاهل بفرد و مغرض و نادان

ریخت بخاک آبروی خانهٔ کسری | رفت بباد افتخار دودهٔ ساسان

یک ده آباد در کنار خزر نیست | گر تو ببینی درست تا لب عمان

رفت بتاراج مرز و بوم کشاورز | زو اثری نیست غیر کلبهٔ ویران

بالله اگر دل نهی بکاخ زر اندود | گر تو ببینی سیاه خانهٔ دهقان

ملک خراب این چنین ز ما و شگفتا | دست نداریم باز ما ز سر آن

از پی امید یک دو روز وزارت | چشم بپوشیم از خدا و ز وجدان

تا که ببینی همه دلیر به تهمت | تا نگری جمله چیره دست به بهتان

آخر از این حزب و دسته‌های سیاسی | گر ز پس هم می نهند پا به میدان

بهره چه بردیم ما و ملک چه دیده است | غیر نفاق و خلاف‌های نمایان

ملتی اکنون به تیره بختی ما نیست | گر تو ببینی در آشکار و به پنهان

بیشتر از آن که این اساس بخواری | هستی ما بر کند ز بیخ و ز بنیان

باید از این دسته‌ها یکی بگشاید | دست دگر دسته را بکوبد بدندان

گیرد از آن پس بدست دولت و راند | در همه ملک بی معارض فرمان

عهده کند کارهای ملک و نگردد | از ستم و قدح عمرو و زید پریشان

یا نه باید که راد مردے، آگاہ — داہی و خسرو پرست خیزد از ایراں

از پے اصلاح کار آختہ شمشیر — بہر رہائی ملک برزدہ داماں

با قلبے سخت تر ز آہن و فولاد — کش نتواں دست یابد آجد سوہاں

در ہمہ حالے چو کوہ ثابت و محکم — کاں نشود وقت کار ہیچ ہراساں

ور کہ بجا نیست ایں چنیں ہنرے مرد — تا برہاند مر ایں سفینہ ز طوفاں

باش کمانی صبور زانکہ نباشد

دردے در روزگار نا شدہ درماں

آقاے بدیع الزماں خراسانی

ایران دیروز - ایران فردا

از چیست کہ ایں ابر تیرہ خاست؟ — واین تیرگی مہر از کجاست؟

ایں ابر فشانندہ دود و دم — آوخ ندانم کہ از چہ خاست؟

بارد ہمہ بر خاک نفط و قیر — ایں بارش آں ابر دیو ساست

پہنائے جہاں داشت روشنی — آں پہنۂ روشن سیہ چراست؟

می تافت از او فر ایزدی — آں فرۂ یزداں چرا کجاست؟

افتادہ شباناں شکستہ دل — در گلہ سیہ گرگ در چراست؟

سب مایه بصد خرمی قرین / آزاده بصد رنج مبتلاست

گویی که یزدان شده است چیر / دیں تیرگی از دیو تیره زاست

ایران که بود یافته ظفر / شاداست و ببازی درین فضاست

خواهد که زگیتی برد فروغ / کز دیو همه تیرگی سزاست

بازیده چرا دیو زشت دست / یزدان که امروز پادشاست

پذرفته چرا پیش دیو نیست / فرمانش اگر بر جهان رواست

یزدان اگرش نیستی اسیر / اهرمن اگر بر جهان کجاست

تابنده رو باز روی چیست؟ / تاریک چرا قطر آسیاست؟

گر چرخ برآورد بازئی / بشکیب که گیتی نه دیرپاست

هر نقش که کرد این نگارگر / ناپایه تر از نقش سینماست

فرداست که سرتاپا خوش است / ایران که نشستن گه بلاست

پاشیده بهر ملک خاک و خون / بگرفته زبرش د باز و ساست

و آن را که ز فرمان بتافت سر / در دیده بشمشیر چون گیاست

شوید جهان پاز نقش کفر / این ملک برآید که رستاست

زانگه که فروتافت نور مهر / این مرز پرستندهٔ خداست

ویژه که پذیرفت دین حق / زانکس که بود فخر انبیاست

آن پاک پیمبر که روی او / آیینهٔ رخسار کبریاست

آن پرتو گفتار احمدی / زی دین خداوند رهنماست

مانند جهان تا فروغ دین / پیوسته مر این ملک را بقاست

زودا که همان تیغ آتشین — در کشتی این ملک ناخداست

دیرے نه که آن کاویان درفش — در نیم جهان برشده لواست

تو باده ایران بود بزرگ — گر پیش تو بے مایه کم بهاست

در کهنه جهان اے شگفت نیست — مرزے که نه در وے نشان ماست

این ملت آزاده را هنوز — آثار بزرگیش پابجاست

آن طاق بگردون کشیده سر — در بارگه تیسفون بپاست

وآن کارگه نغز بے ستون — بر مردی و کند آوری گواست

ویرانه استخر بین که نور — بالاے فلک بیش ازو دوتاست

بر نیمه گیتی شده است چیر — این مایه اثر در جهان گواست

اے تازه جوانان پاک دل — کوشید که هان نوبت شماست

شاهیست یکے آسیا که خون — راننده آن نغز آسیاست

کوشید و نو آیین کنید ملک — کوشش ز شما وز ملک دعاست

مرغے که نه کوشد ببال سر — دریوزه گر مور در رستاست

دارید زبان راست همچو دل — کاین رسم و ره مرد پارساست

یاساے نیاگان کنید نو — زشت آنکه نه بر سیرت نیاست

مرهید بگفتار دیو هوش — گر عزت ایرانیان هواست

کردارش بهانه گفت نیست — ایراست که گفتار او هباست

آن دیو بد آموز چرب گو — آگنده سر از ریو و کیمیاست

ما ساده دل و دیو بد گهر — بگریختن از دیوتان رواست

کانہاست بخاک اندرون فرد — در ملک چرا یک جہان گداست
با آن ہمہ برگ و نوا کہ ہست — بس مرد فقیر اگر بینواست
بنشستہ بزندان چرا غمین — آنرا کہ چنان باغ و گلشناست
ما ... ست یکے روز خوش ولیک — در کام یکے تره اژدهاست
خیزید کہ با آن کشیده تیغ — کز تابش او تافتہ ہواست
ہموارہ بود خصم زندگی — پیوستہ با مرگ آشناست
برنده رنج است و رنج ده — کاہنده جان است و جانفزاست
آییم بر آن با مراد خویش — کز خاطر ما تیرگی زداست

باید کہ برآیند ما و تو
این کرہ کشور کنیم راست

کوشش

کہ خواہد بہ گیتی شود سرفراز — سوے بر شدہ چرخ نازد نماز
بہ بیم اندر از بہنہ جنگ نیست — چو پیش آیدش کار دلتنگ نیست
بچشم اندرون مرگ را آیدش — بجان و بدل خواستار آیدش
اگر آیدش سنگ خارا بہ پیش — کہ بدتابدش رخ ز ارمان خویش
بمردود دل آہنین سنگ را — نسازد دگرگونہ آہنگ را
جہان را بشادی نگوید سپاس — ز بخت بدش نیست در دل ہراس

به پیش بلا کس چو سخت نه — ز خود یاوری خواهد از بخت نه

بود مرد داننده بخت آفرین — نه با کس جهان مهر دارد نه کین

بکوشش گرانمایه را برتریست — جهانرا به نزدیک او چاکریست

چو لختی بکوشید هنگام کار — بسا خوار مردا که شد شهریار

همان کش ز گیتی برآورده گرد — نیاز آورد پیش کوشنده مرد

چو کوشش کند مرد سنجیده رای — بروزی دو بینیش گردون گرای

ز گیتی برآید ز ساده سپهر — فروزان شود نامش مانند مهر

بخورشید کشگفت اگر یافت دست
بکوشش توان یافتن هر چه هست

میرزا علی اکبر خان دِهخدا

اشعار حکمتی

در سلوکم گفت پنهان عارف وارسته ای
نقد سالک نیست جز نیاز قلب خسته ای
در گلستانِ جهان گفتم چه باشد سود گفت
در بهار عمر از ازهار حقایق دسته ای

از پریشاں گوہران آسماں پرسیدمش
گفت! عقدے از گلوے مہوشاں بگسستہ ای

گفتم ایں کیواں ببام چرخ ہر شب چیست گفت
دیدہ بانے بر رصدگاہ عمل بنشستہ ای

گفتم اندر سینہ ہا ایں تودۂ دل نام چیست؟
گفت! اسرار نہانی قسمت برجستہ ای

روشنی در کار بینی گفتمش فرمود نے
غیر برقے ز اصطکاک فکر دانا جستہ ای

جبہہ بکشا کز کشاد و بست عالم بس مرا
جبہہ بکشادہ ای برابروے پیوستہ ای

دل مکن بر پاکی دامانِ عفت راچہ باک
گر بشنعت ناسزائی گفت ناشایستہ ای

گوہر غم نیست جز در بحر طوفاں زاے عشق
کیست ازما اے حریفاں دست از جاں شستہ ای

قطعہ وطنی لبسک جدید

(۱)

اے مرغ سحر چو ایں شب تار بگذشت ز سر سیاہ کاری

وز نغمهٔ روح بخش اسحار — رفت از سر خفتگان خماری
بگشود گره ز زلف زرتار — محبوبهٔ نیلگون عماری
یزدان بکمال شد نمودار — و اهریمن زشتخو حصاری

یاد آر ز شمع مرده یاد آر

(۲)

ای مونس یوسف اندرین بند — تعبیر عیان چه شد ترا خواب
دل پر ز شعف لب از شکرخند — محسود عدو بکام اصحاب
رفتی بر یار خویش و پیوند — آزادتر از نسیم و مهتاب
زانکو همه شام با تو یک چند — در آرزوی وصال احباب

اختر بسحر شمرده یاد آر

(۳)

چون باغ شود دوباره خرم — ای بلبل مستمند مسکین
وز سنبل و سوری و سپرغم — آفاق نگارخانهٔ چین
گل سرخ و برخ عرق ز شبنم — تو داده ز کف قرار و تمکین
زان نوگل پیشرس که در غم — ناداده بنور شوق تسکین

از سردی دی فسرده یاد آر

(۴)

ای همره تیه پور عمران — بگذشت چو این سنین معدود
وان شاهد نغز بزم عرفان — بنمود چو وعد خویش مشهود

وز نذبح زر چو شد بکیوان ، هر صبح شمیم عنبر و عود
زانکو بگناه قوم نادان ، در حسرت روی ارض موعود
در بادیه جان سپرده یاد آر

(۵)

چون گشت ز نو زمانه آباد ، ای کودک دورهٔ طلائی
وز طاعت بندگان خود شاد ، بگرفت ز سر خدا خدائی
نه رسم ارم نه اسم شداد ، گل بست دهان ژاژ خائی
زانکس که ز نوک تیغ جلاد ، مأخوذ بجرم حق ستائی
پیمانهٔ وصل خورده یاد آر

پیرزال از خانمان دور

هنوزم بلرزد دل ازین هول حال ، چو یاد آیدم حال آن پیرزال
که میرفت و میگفت سر از جهان ، ربوده ز کف ظالمش خانمان
بچشم تو این خانه سنگ است و خشت ، مرا قصر فردوس و باغ بهشت
چه ارزد به پیش تو یکمشت سیم ، مرا خویش و پیوند و یار و ندیم
بهر خشت از آن باشدم صد هزار ، بدل از زمان پدر یادگار
نه بینم که اندر نظر نادرم ، بهر گوشه صد رافت مادرم
کشتم ز رخت از آن چو من تیره بخت ، که با هم درین خانه بگذاشت رخت

در این خانه ام بود ساز و سرور
ز دیگر سرا چون کنم ساز نور

پروین خانم اعتصامی طهرانی

قلب مجروح

دی کودکی بدامن مادر گریست زار
کز کودکان کوی بمن کس نظر نداشت
طفلی مرا ز پهلوی خود بی گناه راند
آن تیر طعنه زخم کم از نیشتر نداشت
اطفال را بصحبت من از چه میل نیست
کودک مگر نبود کسی کو پدر نداشت
دی روز در میانه بازی ز کودکان
آن شاه شد که جامهٔ خلقان ببر نداشت
من در خیال موزه بسی اشک ریختم
این اشک آرزو ز چه هرگز اثر نداشت
جز من میان این گل و باران کسی نبود

آخر تفاوت من و طفلان شہر چیست
کو موزہ اے بپاے و کلاہے بسر نداشت

ہرگز درون مطبخ ما ہیزمے نسوخت
آئین کودکی رہ و رسم دگر نداشت

ہمگاںگان ما برہ و مرغ می خورند
ویں شمع روشنائی ازیں بیشتر نداشت

بر وصلہ ہاے پیرہنم خندہ می کنند
کس جز من و تو قوت ز خون جگر نداشت

خندید و گفت آں کہ بفقر تو طعنہ زد
دینار و درہمے پدر من مگر نداشت

از زندگانی پدر خود مپرس از آنکہ
از دانہ ہاے گوہر اشکت خبر نداشت

ایں بوریاے کہنہ بصد خون دل خرید
چیزے بغیر تیشہ و بیل و تبر نداشت

بس رنج برد و کس نہ شمردش بہیچ کس
نقش گرہ آستین دگے آستر نداشت

طفل فقیر را ہوس و آرزو خطاست
گمنام زیست زانکہ دہ و سیم و زر نداشت
شاخے کہ از تگرگ نگوں گشت بر نداشت

نساج روزگار دریں پہن کارگاہ،
از بہر ما قماشے ازیں خوب تر نداشت

اندرزہاے حکمتی

چہ خواب میکنی اے دوست وقت بیداری ست
بہوش باش کہ کارِ جہاں سیہ کاری ست

بپات رشتہ فگندہ ست روزگار ہنوز،
نہ آگہی تو کہ ایں رشتۂ گرفتاری ست

بہ گرگ مردمی آموزی و نمیدانی،
کہ گرگ را ز ازل پیشہ مردم آزاری ست

نہفتہ در پسِ ایں لاجوردگوں خیمہ،
ہزار شعبدہ بازی ہزار عیاری ست

سلام دیو نگیر و متاع دزد مخواہ،
چرا کہ دوستیِ دشمناں ز مکاری ست

ہر آں مریض کہ پند طبیب نپذیرد
سزاش تاب و تب روزگار بیماری ست

بچشم عقل ببیں پرتو حقیقت را،
مگوے نور و تجلّی فسون و طراری ست

اگر که در دل شب خوں نمی کند گردوں
بگاہ صبح چرا کوہ و دشت گلناری ست

بحیلہ ئی نہ تواں رستن از کمندِ قضا ،
پلنگ گرسنہ مشتاق گاو پرواری ست

برار دست ز کشتی کہ حاصلش تلخی است
بپوش روے ز آئینہ ئے کہ زنگاری ست

سپردہ دل مفتون خود بہ معشوقے ،
کہ ہر چہ در دل وا از تو ہست بیزاری ست

بخیرہ بار گران زمانہ چند کشی ،
ترا چہ مزد بپاداش ایں گرانباری ست

فرشتہ زاں سبب از کید دیو بے خبر است
کہ اقتضاے دل پاک پاک انگاری ست

بلند شاخہٴ ایں بوستان روح افزا
اگر ز میوہ تہی شد ز پست دیواری ست

تو خود و تنِ خویشی چرا ستی محکوم ،
تحمل ستم ناکساں ز ناچاری ست

در آں دیار کہ دارو نَی و پزشکی ہست
اگر مریض بمیرد ز بے پرستاری ست

برو کہ فکرت ایں سودگر معاملہ نیست

متاع او ہمہ از بہر گرمِ بازاری ست
نہ زہر شہد ز کج راستی طلب کردن
حدیث دیدن خورشید در شبِ تاری ست
گلشں ہو کہ نہ تسغلیش غیر گل چینی ست
غمش مخور کہ نہ کارِ ش غیر خونخواری ست
کدام شمع کہ ایمن ز بادِ صبح گہی ست
کدام نقطہ کہ بیرون ز خطِ پرکاری ست
نہ ہر کسے کہ میاں بست و مردِ میداں شد
بلندی اے پسرک ز بلند مقداری ست
بداں صفت کہ تو ہستی دہند یادداشت،
سزائے کار در آخر ہماں سزاواری ست
عمارت تو شدہ است ایں چنیں خراب ولیک
بخانۂ دگراں پیشۂ تو معماری ست
بہل کہ عاقبت کار سرنگونت کند،
بلندیٔ کہ سرانجام آں نگونساری ست
ز سفلۂ کہ جفا کردن است آئینش ، ،
ترا چگونہ امید عنایت و یاری ست

آئین آئینه

وقت سحر بآئینه‌ای گفت شانه‌ای
کای از فلک چه کجرو و گیتی چه تندخوست

ما را زمانه رنج کشش داد تیره روز کرد
خرم کسی که همچو تواش طالعی نکوست

هرگز تو بار زحمت مردم نمی‌کشی
ما شانه می‌کشیم بهر جا که تار موست

از تیرگی و پیچ و خم راه‌های ما
در تاب و حلقه و سر هر زلف گفتگوست

با آن که ما جفای بتان بیشتر بریم
مشتاق روی توست هر آنکس که خوبروست

گفتا هر آن که عیب کسی در قفا شمرد
هرچند دلفریب و خوش کند عدوست

در پیش روی خلق بما جا نهند از آنکه
ما را هر آنچه اند بد و نیک ست روبروست

خاری بطعنه گفت چه حاصل ز بود رنگ
خندید گل که هرچه مرا هست رنگ و بوست

چون شانه عیب خلق مکن مو به مو عیان

در پشت سر نهند کسے را که عیب جوست

زانکس که نام خلق بگفتار زشت گفت
دوری گزین که از همه بدنام تر هم اوست

زانگشت آز دامنِ تقویٰ سیه مکن
این جامه چون دریده نه شایستهٔ رفوست

از مهرِ دوستانِ ریاکار خوشتر است
دشنام دشمنے که چو آئینه راستگوست

پروین نخست زیور یاران صداقت است
باے نیازموده کسے را مدار دوست

مطایبهٔ فلسفی

عدسے وقت پختن از ماشے
روے پیچید و گفت این چه کسیست

ماش خندید و گفت غره مشو
زانکه چون من زیاد و چون تو بسیست

هر چه را می پزند خواهد پخت
چه تفاوت که ماش یا عدسے ست

همه را یک ره است اندر پیش
گیرم اندر میانه پیش و پسے ست

جز تو در دیگ هر چه ریخته اند
تو گمان می کنی که خار و خسے ست

زحمت من براے مقصودیست
جست و خیز تو بهر ملتمسے ست

کارگر هر که هست محترم است
هر کسے در محیط خویش کسے ست

زینت از دست میرود ہشدار　　عمر چوں کاروان بے جرسے ست
ہر پرے را ہوائے پروازیست　　گر پر باز و گر پر مگسے ست
جز حقیقت ہر آنچہ می گوئیم　　بادے و ہوسے و بازی ہوسے است
چہ تواں کرد اندریں دریا　　دست و پا میزنیم تا نفسے است
نہ ترا بر فرار نیروئے است　　نہ مرا بر خلاص دسترسے است
ہمہ را بار بنہند بہ پشت　　کس نپرسد کہ فارس یا فرسے است
گر کہ طاؤس یا کہ گنجشک است
زیست رمز دامے و قفسے است

اشکِ یتیم

روزے گذشت پادشہے از گزر گہے
فریاد شوق بر سر ہر کوے و بام خاست
پرسید از آں میانہ یکے کودک یتیم
کیں تابناک چیست کہ بر تاج پادشاست
آں یک جواب داد چہ دانیم ما کہ چیست
پیداست ایں قدر کہ متاع گراں بہاست
نزدیک رفت پیرزنے کوژ پشت و گفت
کیں اشک دیدۂ من و خون دل شماست

مارا بر خت و چوب شبانی فریفته است
این گرگ سالها ست که باگله آشنا ست

آں پارسا که ده خرد و اسب رہزن است
وآں پادشا که مال رعیت خورد گدا ست

بر قطرهٔ سرشک یتیماں نظاره کن
تا بنگری که روشنی گوہر از کجا ست

پرویں بکجروان سخن از راستی چه سود
تو آنچناں کسے که نرنجد زحرف راست

میرزا ابراہیم خاں پور داؤد

رستخیز

برخیز زخواب وقت تنگ است
بشتاب که روز رزم و جنگ است

از گیسوے یار بند مپذیر
بل شیشه مے بگیر شمشیر

اے سست نہ موسم درنگ است
بشتاب که ترمت رسی دیر

برخیز زخواب وقت تنگ است

بشتاب که روز رزم و جنگ است

تا چند زبان ز ظلم بسته ، ز آزادی خویش دست شسته
نومید بگوشه ای نشسته گر چشم نه کور و پای لنگ است

برخیز ز خواب وقت تنگ است
بشتاب که روز رزم و جنگ است

تا چند خروش و آه و زاری زین پس نه سزاست بردباری
زین بیش نه درخور است خواری فرمان بردن ز روس ننگ است

برخیز ز خواب وقت تنگ است
بشتاب که روز رزم و جنگ است

تا روس به ملک جا گزیند ، تا چند بگلستان نشیند
تا دشمن کیفرش نه بیند خود شهد بکام ما شرنگ است

برخیز ز خواب وقت تنگ است
بشتاب که روز رزم و جنگ است

خوش آن باشد که تیغ آزیم اندر پیکار سر فرازیم ،
شمشیر ز خون سرخ سازیم چندیست که تیغ زیر زنگ است

برخیز ز خواب وقت تنگ است
بشتاب که روز رزم و جنگ است

از بهر وطن بجان بکوشیم ، در رزم بسان پیل جوشیم
چون شیر دژم بهم خروشیم گو دشمن اژدر و پلنگ است ،

برخیز ز خواب وقت تنگ است
بشتاب که روز رزم و جنگ است

گر دور شود ز جسد ما سر — افتد در خاک تیره پیکر
ندهیم ز چنگ تخت و افسر — تا در ترکش یکی خدنگ است

برخیز ز خواب وقت تنگ است
بشتاب که روز رزم و جنگ است

الماس ز پی ستیزه برخاست — دریا دریا سپاه آراست
از زور حریف زشت خو کاست — زو بیم و هراس در فرنگ است

برخیز ز خواب وقت تنگ است
بشتاب که روز رزم و جنگ است

شد تیره چو خاک چرخ مینا — از دوده توپ کوه فرسا
شنگرفت دشت و دریا — از برف و ز خون زمین پلنگ است

برخیز ز خواب وقت تنگ است
بشتاب که روز رزم و جنگ است

شمشیر یلان درین تگاپو — آمد چو گلوله ها به گو
لرزد دل شیر ازین هیاهو — هشدار که روز رزم و جنگ است

برخیز ز خواب وقت تنگ است
بشتاب که روز رزم و جنگ است

یللے

اے گروہ عشق بازاں یللے — اے ہواداران ایراں یللے

شد گرفتار ستم مام وطن — رحم بر وے اے جواناں یللے

خرمن امید از بیداد سوخت — آری از نو دانہ افشاں یللے

بگسلاں اے مرد بند بندگی — پا بکش از چاہ زنداں یللے

نیست مرد کار را در گیر و دار — بیم از ایں ترس از آں یللے

ہر کہ را در سر ہوائے دلبر است — دارد اندر کف سر و جاں یللے

گر بدو بارند تیر از چپ و راست — رو نگرداند ز میداں یللے

اے خوش آں مردے کہ بر بالائے دار — جاں سپرد ایران گویاں یللے

توپ از ہر سو ہمی غرد چو رعد — تیر از ہر گوشہ پراں یللے

غلطد اندر رزمگہ در خون خویش — نوجواناں صد ہزاراں یللے

بیش ازیں مپسند ننگ خویشتن — زندہ کن نام نیاگاں یللے

یاد آر از داریوش و اردشیر — زاں ہمایوں روزگاراں یللے

الحذر زیں رہ و زیں ننگ و عار — مرگ بہ زیں روزگاراں یللے

خانہ ما گشتہ آں دیو زشت — عرض ما از آں غولاں یللے

گر شود امروز دشمن کامیاب — روزہا آید بپایاں یللے

پور طہمورث بدر زنجیر را — بند با آں خیل دیواں یللے

شیر شو از گلۂ روبہ مترس
گر توی از پشت گردان یلے

اندرز

جام مے دلدار گذارید گذارید — پوشید سلح مربارید ببارید
ناید سخن صلح وسلامت زکس امروز — از توپ سخن گوش بدارید بدارید
جنگ ست وازآن پند دہد غلغلۂ توپ — این پند گرانمایہ شمارید شمارید
رزم آمد وجوش آمد وشد موسم کیفر — شمشیر شرربار برآرید برآرید
چالاک درزم سوے ہم آورد شتابید — دل را بخداوند سپارید سپارید
ننگ زندگی خرس سیہ کام سرآمد — تابوت وکفن زود بیارید بیارید

تاکالبد خرس بگورے مسپارید
از لاشۂ وے دست مدارید مدارید

بیاد مام وباب

تکیہ بر زندگانی روا نیست — چرخ را رسم مہر ووفا نیست
چون حبابے نشستہ بر آبیم — اعتمادے بدو زمنا نیست

کاروانے ز ما رفت اندیشها — نک نشانے از آن دیگر نیست
بس عزیزان ز ما درگذشتند — جز دریغے از آنان بجا نیست
خانمانے که شد خالی از مام — اندر آن خانه زیب و نوا نیست
دودمان که تهی ماند از باب — کلبه دان که در آن صفا نیست
کس نماند است و ما هم نمانیم — مرگ از زندگانی جدا نیست

پور را حزن یکتا رفیقے است
جز بماتم دلش آشنا نیست

دکتر محمود خان افشار

دو نارنج

دو نارنجم آورده بود نوروزے — یک از بوستان و یک از دلستانم
یکے را بصد گونه اندوه و محنت — بپرورده در بوستان باغبانم
یکے را بصد ناز با نازنینے — فرستاد آن دلبر مهربانم
ببوئیدم و هر دو را شکر گفتم — یکے با دل خود یکے با زبانم
نهادم یکے را ببالاے میزے — یکے را گرفتم ببر همچو جانم
پراکنده عطرے و شورے و شوقے — یکے در وثاقم یکے در روانم

یکے را ببویم نه در دست گیرم — دمے نیز بو و نگاہے بر آنم
یکے را ز شوقے که دارم به پیش — ازیں دست با دست دیگر ستانم
میان دو نارنج هم رنگ و همبو — چه فرق است آخر ندانم ندانم
که یک را فزون است هم رنگ و هم بو — به پیش مشامم به دیدگانم
بپرسیدم احوال هر یک ازاں دو — که گوید از خویشتن داستانم
بپاسخ چنیں گفت نارنج اول — که من نازپرورده بوستانم
دگر گفت من نیز آیم ز بستاں — دگر بیشتر زیں بگوئی نتانم
مرا چیده و زانجا بدست که دادی
فرستاده دست آں دستانم

زارع

پاینده باش زارع بدبخت رنجبر
اے آں که زندگانی ما در بقاے تست
بدبخت خواندمت بخطا عذر من پذیر
خوش بخت زیر سایه همچوں هماے تست
در نزد خلق اگرچه گدائی و بینوا
در چشم من تو شاهی و سلطاں گداے تست
یک دانه زیر دست تو صد دانه می شود

هر شاخه اے که روید از آں از دعاے تست

دانی که خوشه از چه سر افگنده بر زمین؟
شکر تو می گزارد و اندر ثناے تست

از قحط و از غلا نه شود کار خلق تنگ
تا مشکلات در کف مشکل کشاے تست

نیکی بخلق می کن و امید دار باش
فرداے رستخیز که نیکی سزاے تست

گر مردم از رضاے تو غافل نشسته اند
خوشنودی و رضاے خدا در رضاے تست

جان حقیر من نه بود لائق ثنا
ورنه ز روے صدق و ارادت فداے تست

شب مهتاب در کوهسار البرز

شبے از نور مه چوں روز روشن — فروزنده مهے گسترده خرمن

تو گفتی آسمان طاقے بلند است — چراغ مه بر آں طاق است آذن

دیا بنده اقبانوس آرام — مه تابان بسان "پرتو افگن"

همه سیارگاں بر گرد آں ماه — درخشنده و لے چوں نوک سوزن

نشند ولاغر و پژمان و بیرنگ — چراغے را که شد کش نیست روغن

ثوابت چون هزاران شمع کم نور   که عمداً بر فروزی روز روشن
نیارم وصف آن شب کرد زین بیش   فصاحت را بود حدی معین
منوچهری اگر می بود می گفت   زبان من بود در وصفش الکن
چنان فرخنده شب را گر ببینی   همانا می شوی دیوانه چون من
بباید دیدن آن شب را که گویند   "شنیدن کی بود مانند دیدن"

مرا بیرون ز ری در پای البرز   کنار چشمه ساری بود مسکن
گزیدم بر ستیغ کوهساری   چو کبکی بر سر سنگی نشیمن
ندانم کوه را امشب چه حال است   که اشک از دیده اش ریزد بدامن
خروشان است و گریان است و خندان   گهی شادی نماید گاه شیون
برقص آمد در آنجا کلک بی جان   مرا زاینده شد طبع سترون
در آن مهتاب شب بر یاد ایران   شدم بر صفحهٔ کاغذ قلم زن

نگاهی کردم از بالا بپایین   وطن را دیدم اندر چه چو بیژن
شدم نومید و در نومیدی خویش   مرا آمد بدل یاد "تهمتن"
گذشته درس امیدی بمن داد   بدیدم در کران آینده روشن
شدم گویی بخواب اندر که دیدم   کشیده سر بسر خطهای آهن
ز دریای خزر تا بحر عمان   ز مرز هند تا سرحد ارمن
ز یک سو بسته دیدم سد کارون   ز دیگر سوی بس کاویده معدن

چو از اندیشهٔ سختی بازگشتم ... نگاهی دیگر افگندم بمیهن
بطهران اندر و اندرون کردم نگاهی
بدیدم گنجی برنای گلشن

دکتر رضازاده شفق

بیاد پدرم

بگو ناصح مده پندم، گذشت از کار کار من
حدیث عشق کوته کن که رفت از دست یار من

بروز بیکسی همسایهٔ من سایهٔ من بود،
ولی آنهم ندارد طاقت شبهای تار من

خرد گوید توانا مرد باید زنده دل گردد
دریغا دل ربود از من عنان اختیار من

بخواب کودکی قدر صباوت را ندانستم
کنون بینم که خوابی بوده خوشتر روزگار من

بکاخ غم چو مرغ تیر خورده آشیان جستم
فغان کرد آشیان از نالهای بیشمار من

بہار عمر ایام جوانی بود صد افسوس
گلے نشگفتہ پامال خزاں شد نو بہار من

کتاب عمر شرح جانکنی ہائے من و دل شد
گہے من در فشار دل گہے دل در فشار من

کنوں گمنام و بیخود زیستن خواہم کہ پنہاں شد
بہ زیر خاک یار نام بخش نامدار من

بیاد وصل تو بر کشور بیگانہ خو کردم
باُمید نہ خفت یارا صبوری شد شعار من

دمے وا رستہ از امید دیدارت اگر بودم
گرفتار غم و رنج ستم نماید کردگار من

بروز ہجر تو دل باقرار وصل خوش کردم
چہ بد پیماں شدم افسوس بر من کہ قرار من

نہ بے مہری شعار تو، نہ غفلت پیشۂ من بود
ندانم ظلم تقدیر است یا ظلم دیار من

دلا رفتی و در ہجر تو دلداری از آں جویم
کہ بہر عشق رفت و میرود دار و ندار من

صبا گر از وفا روزے سر خاکش گذر کردی
بنہ بہر خدا برگ گلے روئے نگار من

ہمیں پروردگار من دل ما در بدست توست

دل ما در بدست تو همین پروردگار من
الهی آتش عشقت فروزان تر شود هر روز
ز عشقت بر نگردم گر بسوزد پود و تار من

بیاد برادرم

روز ما تار و دل آزار شد اندر غم یار — تو که جانکاه و دل آزار تری ای شب تار

مردم و مور و دد و دیو بشب آسایند — دل دیوانهٔ ما بین بدل شب بیدار

پرسم از چرخ که تا چند بسوزد و مخروش — پرسم از دهر که تا چند مرنجد و کبدار

چرخ بیدل کند از دور اشارت که خموش — دهر بی عاطفه گوید برادرت زنهار

بنگه غم دید دلم گشت بغم گوش بزنگ — این دل تنگ چو انگشت چنین زنگ شمار

ششدر بخت مرا مهرهٔ تقدیر گرفت — من بیچاره دچار غم ز خم سه و چهار

سوی ویرانه شوم یا که پی پیر مغان — ره میخانه روم یا که به بندم زنار

یا که داروی شفا مسئلت از شیخ کنم — یا که از پیر طریقت بکنم استغفار

تا مگر باز نمایند معمای جهان — تا مگر رفع شود پرده ز روی اسرار

آن گل چهره که با خاطر خندان دیدم — گشته امروز خدایا ز چه مشتی گل خوار

آه ای یار که رفتی تو چنین نابهنگام — نوز از عمر جوانی نشده برخوردار

گرت با من دیوانه نبودی پیمان — این چه پیمان شکنی بود دلا این چه قرار

یاد باد آنکه مرا با تو چه همدردی بود — هر دو دیدیم همی همقدم و هم اسرار

کو در این ملک یکی چون تو رفیق صادق — تا که پیدا کنم درد دل خود اظهار

شده در کشور ما رسم صداقت متروک — شده دلها همه از مهر و محبت بیزار

از چه این گونه مرا ترک نمودی بیکس — وز چه ای یار مرا ترک نمودی بی یار

یاد ایام صباوت که چه خوش دوره بود — بود ما را هوس بازی طفلانه شعار

یاد ایام سرور و شعف نوروزی — سحر باد بهار و اثر باد بهار

آه بودیم چسان بی خبر از بازی چرخ — هیچ ما را نبد اندیشه ز چرخ غدار

بلبل افسانه همی خواند چه خوش در بستان — می غنودیم چو پروانه چه خوش در گلزار

وه چه زیبا پر و خوشرنگ بد آن پروانه — که بر آشفته گلبرگ نمودیم شکار

شاید این آتش غم از اثر آهش بود — که گرفته است کنون خرمن عمر من زار

یاد باد آنکه بد از شور جوانی ما را — سر ز اندیشه آزادی ایران سرشار

غم بیچارگی و شادی اقبال وطن — بود ما را هوس و مشغله لیل و نهار

آه از آن روز که شد مام وطن خوار و پریش — زیر پای ستم دشمن شوم غدار

سر مردان هنرپرور ایران گردید — هدف کینه سر نیزه سرباز تتار

بس فزون گشت به یاران ستم گوناگون — کشته گشتند عزیزان وطن بر سر دار

چه بگویم ز شکنج و غم بیچاره پدر — چه کنم قصه ز رنج و محن مادر زار

از سر گفتن این قصه جانکن بگذر — شرح این حادثه شوم مپرس و بگذار

آه و افسوس ندانم بکه میگویم راز — من که از یار بجز خاک نه بینم آثار

دل خوش یاور خود باخته در شید امید — میزند چرخ بدور سر خود چون پرگار

بس کن ای گمشده دل اینهمه اندیشه خام — آخر ای خون شده دست از من بیچاره بدار

سزد ار این مایهٔ غم و یاس و فغانست روا
پدر پیر فلک دیده ازین درد بسی
کس نچیده است ازین مزرعه یک جو بی غم
لاجرم زیر سر گیتی گرد [illegible] سیست
کنه این مسئله را ره نبود فکر دقیق
گرچه با خاک ترین گشت تن یار عزیز
مهر خویش گویی ز آب خنده جان پرور او
کرم و خوبی و انفاق و وفا و [illegible] صدق
این ز اوصاف وی است که جاوید است
پس تو [illegible] گشتی نابود
پس ازین در غم نی تو شکیبا گردم
روزها می شدم در غم وصلت دایم
نوگلی در چمن دشت چو روید تنها
غم تنهائی و عشق تو بود در دل من
هر سر آب روان و سر گلشن چو رسم
بیشتر انس ترا از دل مادر جویم
مهر و دلداری او پیشه کنم هموار
برو ای یار که فردوس مکانت بادا
گرچه زین نشئه گذشتی و دل ما بردی

این جهان گذرا نبود هیچ انگار
مادر گیتی هم مرگ جوانان بسیار
کس ندیدست درین گلشن یک گل بی خار
گر بترسی ازین فلک پیر تو بازی مشمار
غور این بحر رسیدن نتواند پندار
هوش و جان و خردش خاک نگردد هشیار
نغمه [illegible] سخن سنجی [illegible] یک افکار
بر [illegible] عشق گذشتن ز خود و [illegible]
اثر نغمهٔ جان است ورانیست دمار
گرچه از دیده نهفتی شدی گرد و غبار
در فراق تو بجو تسمیه کنم صبر و قرار
تا بدامان وصال تو رسم روز شمار
یا که بر شاخهٔ گل نوحه سراید چو هزار
میکنم یاد تو نام تو نمایم تکرار
روش و راز روان تو کنم استخبار
آن دل خسته و خون گشته ز رنج و تیمار
غم او را بدل خویش نمایم هموار
باد همواره روان تو غریق انوار
[illegible] ازین نشئه بود نشئهٔ دیگر ناچار

سید اشرف الدین الحسینی رشتی [٦١]

شرح حال خود

گوش کن شرحی ز احوال نسیم / تا نمائی گریه بر حال نسیم

بنده در قزوین بدنیا آمدم / چندی از بهر تماشا آمدم

بد مرا یک پیر نورانی پدر / مادرم از عترت خیر البشر

اشرف الدین کرد مادر نام من / ریخت شهد معرفت در کام من

رفت بابم سوی جنات النعیم / من شدم شش ماهه در قزوین یتیم

در یتیمی خانه ام را شیخ برد / ملک و مالم را ز راه غصب خورد

زاهدان بس خانه ها را خورده اند / هستی بیچاره ها را برده اند

من شدم دیوانه از غوغای فقر / دربدر گشتم ز استیلای فقر

در جوانی با هزاران ابتلا / رفتم از قزوین بسوی کربلا

مدتی در کربلا و در نجف / خنکدل بودم بصد وجد و شعف

بر سرم زد باز شور ملک جم / آمدم از کربلا سوی عجم

باز از قزوین بچشم اشکبار / جانب تبریز گشتم رهسپار

پیش استا خواندم اندر مدرسه / هیئت و جغرافیه و هندسه

صرف و نحو و فقه و تفسیر و کلام ،
جمله را یک دوره خواندم والسلام

در هزار و سی صد و بیست و چهار
چونکه شد مشروطه این شهر و دیار

کردم ایجاد این نسیم نغز را
عطر بخشیدم ز بویش مغز را

چون بطهران پارلمان تأسیس شد
جنگ جن با لشکر ابلیس شد

بعد چندے از تقاضاے زمان
شد حیاط پارلمان بمباردمان

گشته گردیدند با خوف و خطر
"صور اسرافیل"، با جمعے دگر

در ولایات انجمنها بسته شد
در مجامع هم دهن ها بسته شد

سال غشکز (۱۳۲۷) انبساط روح شد
بار دیگر پارلمان مفتوح شد

باز در گیلان هویدا شد نسیم
مرد و زن را روح بخشا شد نسیم

در هزار و سی صد و سی شاه روس
حمله ور گردید سوے ارض طوس

سال غشلب (۱۳۳۲) جنگ عالمگیر شد
شهرها بمبارده و تسخیر شد

منقلب گردید اوضاع فرنگ
غرق خون شد جمله اقطاع فرنگ

آتش اندر جان بدبخت اوفتاد ،
پادشاه روس از تخت اوفتاد

از هجوم بلشویک داد خواه ،
نیکلاه روسیه شد بے کلاه

قحطے سختی که صبر از دل ربود ،
در هزار و سی صد و سی پنج بود

در حساب ابجدی هم بے دروغ
ماده تاریخ قحطے شد شلوغ (۱۳۳۶)

در هزار و سی صد و سی هفت باز
باب رحمت شد بروے خلق باز

لیک دنیا باز درهم برهم است
در فرنگستان بساط ماتم است

صلح می خواهند لیکن صلح نیست
کس نمیداند علاج کار چیست

شرح آن قحطی و آن رنج و عذاب
با اشاره درج شد در این کتاب

عاقبت ایران

میشود دنیا بکام اهل ایران ای نسیم
آفتاب معرفت گردد درخشان ای نسیم
از فضای لامکان باد بهشتی میوزد
دشمن اسلام از حسرت همی لب میگزد
از معارف دور می گردد ز سرها وسوسه
کودکان مشغول تحصیل حساب و هندسه
مزرع بی آب دلها آبیاری میشود
چشمه های علم در این خاک جاری میشود
مادران در تربیت مشهور دوران میشوند
کودکان در مدرسه با علم و عرفان میشوند
بعد ازین بیگانگان اندر حق گردند خویش
آب مینوشند در یک چشمه با هم گرگ و میش
مرده ها از قبر برخیزند با وجد و سرور
یعنی امروز است بهر شیعیان یوم ظهور

می نماید شادمانی هر مسلمان ای نسیم
نور باران میشود این شهر طهران ای نسیم
بلبل قدس الهی بر سر گل می خزد
پهن می گردد بساط عیش خوبان ای نسیم
میشود ایجاد در هر کوچه ای یک مدرسه
نقشهٔ جغرافیا در دست طفلان ای نسیم
شیخنا دق میکند ظالم فراری میشود
مرد و زن لذت برند از علم و عرفان ای نسیم
دختران از معرفت شیرین تر از جان میشوند
میشود هر کوچه ای پر حور و غلمان ای نسیم
مومنین را هیچ مکروهی نمی آید به پیش
میدهد روح القدس بر مردها جان ای نسیم
با کفن بیرون جهند از مقبره اهل قبور
روشنائی افتد در سطح امکان ای نسیم

عقل‌ها و روح‌ها و مغزها یکسان شوند   از ظهور علم مشکل‌ها همه آسان شوند
وانگه این بیچاره حیوان‌ها همه انسان شوند   این نفاق و اختلاف آید به پایان ای نسیم

میشود دیو جهالت کشته در گودالها   میدهد تغییر (علم و عقل) بر احوالها
خوار میگردد ندای بیکارها در تالها   ساحر و جن گیر هم گردند پنهان ای نسیم

خاک محنت خیز ایران تاج دنیا میشود   اندر و هر علم و هر صنعت مهیا میشود
غارها را جای تفریح و تماشا میشود   متصل میگردد این قزوین بگیلان ای نسیم

راه آهن میکشند آخر قطار اندر قطار   آب شیرین میچشند این ساکنان شوره زار
بس دگر قحطی نمی بیند درین شهر و دیار   هر گدای می خورد مرغ و فسنجان ای نسیم

در فرانسه جلوه گر گردد قد رعنای صلح   میشود دنیای کهنه بعد ازین دنیای صلح
صیغهٔ مصالحت میخوانند در امضای صلح   آمریک و انگلیس و روس و آلمان ای نسیم

شاعران ظاهر ز شهر دامغان خواهد شدن   گنجها پیدا از خاک طالقان خواهد شدن
مغزهای کهنه مشتی استخوان خواهد شدن
میشود دنیا بکام نوجوانان ای نسیم

غزلیات

ملک الشعرا بہار خراسانی

(۱)

شمعیم و دلی مشعله افروز دگر هیچ — شب تا بسحر گریهٔ جانسوز دگر هیچ

افسانه بود معنی دیدار که دادند — در پردهٔ سحر و عدهٔ مرموز دگر هیچ

حاجی که خدا را بحرم جست چه باشد؟ — از یارهٔ سنگی شرف اندوز دگر هیچ

خواهی که شوی در هنر استاد زمانه — در مکتب دل عشق بیاموز و دگر هیچ

روزی که دلی را به نگاهی بنوازند — از عمر حساب است همان روز دگر هیچ

زین دسته چه خواهی که همین پیشه و دانش — گهواره تمرا شست و کفن دوز دگر هیچ

در مدرسه هرگز مطلب علم که اینجاست — لوحی سیه و چند بد آموز دگر هیچ

خواهد بدل عمر بهار از همه گیتی

دیدار رخ یار دل افروز دگر هیچ

(۲)

دلشهیان که بکابینهٔ جان جا دادند — مستبدانه چرا قصد دل ما دادند

دلبران خودسر و هرجائی و دوروی صفت‌اند | ورنه در خانهٔ غیر از چه سبب جا دارند
گاه لطف است و خوشی گاه غم و بست عتاب | تا چه از این همه پلتیک تقاضا دارند
خوبرویان اروپا زچه در مردن ما | حیله سازند گر اعجاز مسیحا دارند
گرچه در قاعدهٔ حسن سیاسات جمال | مسلک آن است که خوبان اروپا دارند
عاشقان را سر آزادی استقلال است | که ز پولتیک سر زلف تو پروا دارند
صف مژگان تو دست سیاسی است دراز | با نفوذی که بمعمورهٔ دلها دارند
دل مسکین من از قرض یکی بوسه گذشت | با شروطی که لبان تو مهیا دارند
بچه قانون سیه ناز تو ای ترک سپهر | در حدود دل یاران سر یغما دارند
این چه صلحی است که در داخلهٔ کشور دل | خیل قزاق اشارات تو ماوا دارند
بکمیسیون غرایض چه کنم شکوه ز تو | که همه حال من بیدل شیدا دارند
ما بتوضیح دو چشمان تو قانع نشویم | زانکه با خارجیان الفت و نجوا دارند
در پناه سر زلف تو بهار مستثناست | که در هیئت دل مجلس شورا دارند
حکم فرمای که در محکمهٔ حسن و جمال | هرچه آن حکم تو باشد همه مجرا دارند
رازداران تو در انجمن سر دل | نطقی از رمز دهان تو تمنا دارند
دل غارت شده در محضر عدلیهٔ عشق | متظلم شد و چشمان تو حاشا دارند

سخن تازه عجب نیست ز طبع تو بهار
که همه مشرقیان منطق گویا دارند

(۳)

تا بکنج لبت آن خال سیه رنگ افتاد | نافه را صد گره از خون بدل تنگ افتاد

این خط است بر آن عارض چو نقش نگار
زنگ محویست که در دفتر ارژنگ افتد

سیب از سیب جان است که همرنگ تو شد
گشت نارنج ز غم زرد که نارنگ افتاد

در رهت چشم من از هفته بهفتاد کشید
در پیت کار من از گام بفرسنگ افتاد

از دل گم شده خویش فرو بستم چشم
تا مرا دامنت گم شده در چنگ افتاد

دانم اندر دامنت تو نگردست اثر
تا به من که از او خون بدل سنگ افتاد

گر دچو سامر و چنگ نای غزل آهنگ بهار
چنگ در دل زد و با چنگ هم آهنگ افتاد

(۴)

اگر تو رخ نگشائی نخواهد شد
ز حسن و خوبی تو هیچ کم نخواهد شد

تو پاک باش و در دل آی بهجا سبب ترس
کسی بصید غزال حرم نخواهد شد

اگر بر آن سر ابرو کر روزمر
گزین سیاه بزلفت قسم نخواهد شد

گرم زنی چو قلم بند بند این سر من
ز بندگیت جدا یک قلم نخواهد شد

رقیب گفت بهار از تو سیر شد هیهات
بحرف مفت کسی متهم نخواهد شد

(۵)

ای نرگست بخلق در فتنه باز کن
دست نعیم تو دست تطاول دراز کن

چشمانت را حذر بود از دیدن رقیب
همچون ز مژگان ... کن

گفت چگونه دست دهد بین ما و شیخ
... حقیقت ... مجاز من

ما در درون میکده صهبا بجام ریز
شیخ از درون صومعه ابر دل ... من

با دشمناں ز ترس دم از دوستی زدیم　　چوں ملحدے بخاطر مردم نماز کن

کار بہار و یار بدو راو فتد کہ ہست

دایم بہار ناز کش و یار ناز کن

آقائے حبیب یغمائی

(۱)

توبہ کردم جوانی تا کنم خوش زندگانی را

چہ سود از زندگانی چوں تبہ کردم جوانی را

بود خوش بختی اندر سعی و دانش در جہاں اما

در ایراں پیروی باید قضائے آسمانی را

بقطع رشتۂ جاں عہد بستم بارہا با خود

بمن آموخت گیتی سست عہدی سخت جانی را

بجوید عمر جاویداں ہر آنکہ ہمچو من بیند

بیک شام فراق اندوہ عمر جاودانی را

کے آگہ می شود از روزگار تلخ ناکاماں؟

کسے کو گسترد ہر شب بساط کامرانی را

ہماں خون دل اندر دیدہ افشاندن کجا داند؟

بساغر آنکہ می ریزد شراب ارغوانی را
مذاقت تلخ تر از صبر بوئے چون مذاق من
تو ہم اے ناصح ارسیدی آن شیرین زبانی را
وفا و مہر کے دارد حبیبا آنکہ می خواند؟
باسم الٰہی رسم وفا و مہربانی را

(۲)

زین سپس باید کہ در راہ عمل زد گامہا
واندر آن رہ کرد اندر ہر قدم اقدامہا
شام جمعے ہمچو صبح و صبح قومے ہمچو شام
وائے گر ماند بجا این صبح ہا این شامہا
کامرانی نیست مخصوص گروہے خود پرست
کام خود زآنان گرفتن باید اے ناکامہا
آنکہ خون رنجبر را ہمچو مے در شیشہ کرد
کرد خونش را بباید ہمچو مے در جامہا
اختیار حبس و اعدام کسان درکف نگر
ناکسانے را کہ باید حبس ہا اعدامہا
مالک و دہقان غنی و بینوا شاہ و گدا
محو باید کرد داز روے زمین این نامہا
یک طرف تسبیح بنگر یک طرف تخت الحنک

شیخ را باشد برائے صید احمق دامہا
تا بکے تقلید سبک دیگراں بایست ریخت
طرحے از نو ہمچو طرح خوابہ ناخستہا مہا

(۳)

زانقلابے سخت جاری سیل خوں بایست کرد
دیں بنائے سست پادر سر نگوں بایست کرد
از برائے نشر آزادی زباں باید کشاد
در تجاعیتون نا مرد زبوں بایست کرد
تا کہ در نوع بشر گردد تساوی برقرار
سعی در الغاء نقاب دشمنوں بایست کرد
ثروت آنکس کہ می باشد فزوں باید گرفت
وانکہ کم از دیگراں دادہ فزوں بایست کرد
منزل جمعی پریشاں سکن تو می ضعیف
قصرہائے عالی اشراف دروں بایست کرد
ہر کہ بار ازیت و تنبل میشود بایست کشت
آرے از تن خون فاسد را بروں بایست کرد

(۴)

درمرتبہ بایہ مرد چوں چرخ بریں باشد
در دست نداو ایں قدر در زیر زمیں باشد

۴

در مذهب من بدنام بهتر بود از گمنام
تا بر لب ایمن از نیست شیطان لعین باشد

در بحر بقا باید چون خس تنگ و بی‌سے داشت
در قعر نهنگ ناچار آن در که وزین باشد

زین زندگی یک شکل ... کاش
یا بهتر ... گردد یا بتر ... باشد

شاید که ضعیفان را از وضع شود بهتر
در گیتی اگر مجری دستور یقین باشد

وضع غنی و درویش آن به که شود تبیین
یک چند چنان می بود یک چند چنین باشد

اشعار تبییت از نیست مطلوب بود معذور
کے شعر ترا انگیزد خاطر که حزین باشد

(۵)

زیاران هر که یارش مهربان‌تر / از او نبود ز گیتی کامران‌تر
همه مه طلعتان نامهربانند / وز آنها ماه من نامهربان‌تر
تمام دلبران شیرین زبانند / ولے دلدار من شیرین زبان‌تر
بهای بوسه دادم جان و شادم / که جان از بوسه اش نبود گران‌تر
گرانسانی بجز پیری نسازند / کند می آنچنان را آنچنان‌تر
جوانی خوش بود گر بگذرانی / بوصل دلبرے زخود جوان‌تر

۴۷

اگر از کار دانی بهره بردی — بکوش از جان که گردی کار دان تر
وگر گشتی توانا ترمکن جور — مباش ایمن ز خشم ناتوان تر
باستادی حبیبت می شناسد
ازین اشعار اگر گفتی روان تر

آقائے ناصر الدین خاں سالار شیرازی

(۱)

نرگس قبائے سبز بر استادہ است — در سیم گوں طبق قدح زر نہادہ است
افگندہ سر بزیر ز شرم رخت ولے — چشمان شوق پیش دو چشمت کشادہ است
سنبل صفت بنفشہ ز بوئے ز بوے تو — گشتہ است بیقرار و بجو تاب دادہ است
از ژالہ پر شدہ است نو کاسہ لالہ را — یا بزم دوست آقدحے پر ز بادہ است
آوردہ بید مشک بشارت چو از بہار — بر پائے بوس سبزہ بپایش فتادہ است
آب است یا بلور درخشاں کنار سرو — یا جوئبارہا ہمہ پر سیم سادہ است
گلبن کہ مادر است گل سرخ باغ را — ہرگز گلے بخوبی رویت نزادہ است
سالار تا کہ مات رخ نازنین تست
بس شہسوار شعر کہ پیشش پیادہ است

(۲)

کله نهاد بفرق و ز رخ نقاب گرفت — حجاب ابر ز رخسار آفتاب گرفت
گشود چهره علی، غم مدعی از خلق — خطا مگیر بر او کو ره صواب گرفت
فگند چادر ذلت بجلوه شد طاؤس — تذرو من ز بدن ہیئت غراب گرفت
نچید گیسوے ہمچوں کمند را بے جا — گلوے شیخ ریا را ز غم طناب گرفت
نه کرده سرخ لب از غازه بهر آرایش — ولے ز خون دل اہل لب خضاب گرفت
از آں بگرد بیاراید آفتاب جمال — که چشم مردم بیند ز جلوه تاب گرفت
عرق نبود که از روے پاک پاک نمود — ز برگ نازک گل قطره گلاب گرفت
نخواست شربت شیخ ریا به مجلس وعظ — بسوے بزم شد و ساغر شراب گرفت
مرا که بود چو سیمرغ گوشهٔ عزلت — چناں ربود که کنجشک را عقاب گرفت
کنونکه خطهٔ طہراں از آن بود آباد — که گفت گنج روان جاے در خراب گرفت
عجب مدار که همراه او رود سالار — درآں میان اسیران بانتخاب گرفت

کسے که دید غزلهاے شاعر شیراز
هزار نکته باستاد فاریاب گرفت

(۳)

چو به مسجد خبرے نیست کلیسا برویم — به طلبگاری آں دلبر ترسا برویم
حرف حق را همه منصور صفت باید گفت — گرچه بر دار از آں گفته چو عیسا برویم
دوستاں را بجز از دشمنی و حیله چو نیست — به گز ایشاں به پناه در اعدا برویم
لن ترانی شنوم گر به تمنا صد بار — باز سویش ارنی گوے چو موسا برویم

زن و فرزند و اقارب نبود یار سفر
من و دل هر دو درین بادیه تنها برویم

(۴)

بے سہی قد تو اے سرو خراماں چکنم | بے مہ چہر تو اے مہر درخشاں چکنم
دیده گیرم که گرفتم ز تماشاگه حسن | عاقلان با دل دیوانه نادان چکنم
همه آفاق در اوصاف تو حیران مانند | متحیر شوم از من حیران چکنم
قصه کافر و مومن بنه اید وست که من | بے تو [illegible] تو با کفر و با یمان چکنم

شعر من چوں شکر و شور بسر چوں فرهاد
بے تو شیریں سخن اے خسرو خوباں چکنم

(۵)

هجر آزرد مرا فکر وصالے کردم | شادماں خاطر خود را بخیالے کردم
در ره وصل تو پائے طلب از سر سازم | اگر از دست فراق تو مجالے کردم
وصل تو گرچه دروغ است چو دل خواست ز من | وعده دادم از او دفع ملالے کردم
گریه این نیست پی شستن غبن دل مست | اگر از دیده رواں آب زلالے کردم
حال دل را ز غم عشق تو خواهم به تو گفت | اگر از دست ستمهائے تو حالے کردم
هر کسے شیفته چیزے و من چوں سالار | خویش را شیفته حسن و جمالے کردم

یک زماں بود به نخچیر شکارم همه شیر
حالے از هر غزنے صید غزالے کردم

(۶)

درکیش من از ذکر صمد فکر صنم بہ — میخانہ بآئین من از دیر و حرم بہ

از سنبل و از سبزہ و از سوسن و سوری — ریحان خطا او کہ بخوبی است رقم بہ

شادند رقیباں زجدائی من از دوست — ہر دل کہ ازیں غصہ بود شاد بغم بہ

ہر نے کہ در و نالہ لے از عشق نباشد — ہر بندے از و گر شود از تیغ قلم بہ

جز از لب لعلت ہوس بوسہ ندارم — حاجت چو بری بر در ارباب کرم بہ

حق نمکے با لب شیریں تو ام ہست — خادم کہ شناسد نمک از جنس خدم بہ

بر خلق ستم ہست اگر رفتے بپوشی — برداشتن از خلق جہاں رسم ستم بہ

طاؤسی و بر تن چہ کشی جلد غرابے — طاؤس کند جلوہ ز سر تا بہ قدم بہ

باید کہ ز تازی بر می آہوے شیراز — وے پارسی از شیخ عرب شوخ عجم بہ

دینار و درم گر بودت بذل صنم کن — وصل صنم البتہ ز دینار و درم بہ

نہ تاج بجا باشد و نے تخت ز جمشید — پس جام مے پیش من از کشور جم بہ

از ایں نعمت کہ خدا داد ب ... لا ر ،

شد نعمت وصل تو ز انواع نعم بہ

(۷)

بوسہ اے ز لعلم داد آں نگار روحانی — دست اہرمن افتاد خاتم سلیمانی

در شکنج گیسویش باد و دل شویم از جمع — مو بمو بیاں سازم شرح ایں پریشانی

ترک چشم خوں ریزش غارت دل و دیں کرد — کفر زلف ہندویش زد رہ مسلمانی

دوش ذکرے از زلفش شد بحلقۂ رنداں — تا سحر نشد کوتاہ آں حدیث طولانی

بے تمیزی عیاں کردہ روز ما چوں شب ‌‌ ورنہ بد چو سحر روشن روزگار ایرانی
دفتر کیاں برخواں شوکت عجم میداں ‌‌ رفعت مکاں بنگر بر بعہد ساسانی
مصر مملکت در چاہ ہمچو ماہ کنعان است ‌‌ در غمش وطن خواہاں ہمچو پیر کنعانی
اتحاد با آلماں بہر ما زیاں دارد ‌‌ سود باشد ار گردی دوست با بریطانی
ملک میرود از دست یک سعی و جہدے کن ‌‌ وقت را غنیمت دان آن قدر کہ بتوانی

گفت این غزل سالار تا با وجد و شوق آید
روح حافظ و سعدی انوری و خاقانی

میرزا حسین خاں سعادت نوری

(۱)

اے کہ گفتی در جہاں ہرگز گلے بے خار نیست
ہاں گل بے خار ما را بسکہ در گلزار نیست
در غم یاران جلقا و کنار زندہ رود
روز و شب ما را بغیر گریہ دیگر کار نیست
پشت ما شد خم ز بار غصہ و اندوہ و غم
درد بسیار است لیکن جرأت اظہار نیست
با کہ گوییم داستانہاے دل پر درد خویش؟

۷۹

یک وفا کیشے کہ باشد محرم اسرار نیست

با چنیں وضع خراب و کجروِیہاے فلک

کو کسے کاکنوں زعمرِ خویشتن بیزار نیست؟

از پے نفرینِ اعداے ستمگار دغل

شب بغیر ما و مرغِ حق کسے بیدار نیست

در حقیقت منفعت ہاے کراوات وفکل

کمتر از نعلینِ شیخ و خرقہ و دستار نیست

(۲)

دلم خوں زاں بتِ نامہرباں است
کہ با ما دایما او سرگران است

اگرچہ ساکن کرمانم اما،
تمام فکر من در اصفہان است

بسان زندہ رود از دوری یار
مدام اشک از دو چشم من روان است

زبس دل تنگم آں بہتر نپرسی
کہ احوال خراب ما چسان است

تو گوئی از ازل شد بہرۂ ما
ہر آنچہ غصہ و غم در جہان است

نمیدانم چہ شد کاندر جوانی
بہار عمر ما ہمچوں خزان است؟

خرابی از دل تنگم عجب نیست
کہ گنج غم بکنج دل نہان است

ہر آں ذلت کہ آمد بر سر ما
بعالم جملہ از دست زبان است

مدام از گردش این چرخ کجرو،
مرا انگشت حیرت بر دہان است

مزن دم از وفا و از محبت،
کہ دنیا فاقد ہم این و ہم آن است

(۳)

رفتی و در فراق تو مارا قرار نیست
ما را شبانه روز بجز گریه کار نیست

ریزد همیشه خاک غم بسرم کز جفای چرخ
بدبخت کس بسان من غمگسار نیست

شام فراق در غم هجران عارضت
گریان چو دیدگان من ابر بهار نیست

از چیست هان که بلبل بیچاره را بباغ
بهره بجز تمسخر گل طعن خار نیست

رو در چمن دمی بریاحین نظر نما
بنگر که لاله چون دل من داغدار نیست

از دست روزگار جفا پیشه الاماں
گویا علاج و چاره بجز انتحار نیست

غیر از جفا و کینه و ظلم و فساد و بغض
از مردمان دون جهان انتظار نیست

کم کن فغان و ناله سعادت ز چرخ دول
کامید مهر از فلک کج مدار نیست

(۴)

مطرب امشب سرخوش است و طرز دیگر میزند

نیک بخت آنکس که با محبوبه ساغر میزند

در غم آن خسرو شکرلب و شیرین دهان
هر که چون فرهاد باشد تیشه بر سر میزند

دلبرا بینم ترا هر گه به بزم دیگران
مو ز غیرت بر تنم گوئی که نشتر میزند

چون دهم شرح فراقت زانکه نوک خامه ام
آتش اندر آمده و اوراق دفتر میزند

پیش وی گردد بسان روبهی شیر فلک
چون سبطی رعناتم خون کبوتر میزند

موی واعظ شد سپید از حرص و باز آن روسیاه
این در و آن در برای زر اخم میزند

داد باید سر براه آن که با دست تهی
پشت پا بر ملک دارا و سکندر میزند

شب رود در خانهٔ خمار در روز ای عجب
شیخ لاف مسجد و محراب و منبر میزند

آتشم بر جان فتد هر گه که بیند غیر را
بوسه بر لعل لب میگون دلبر میزند

دفتر از عارضت زلفت تو باشد فی المثل
همچنان ... روی کنج پیمبر میزند

عصر تحت البحری و طیاره و ماشین و ریل
شیخ ما من باب جنسیت دم از خر میزند

می کند جمعے پریشان روزها را ہم سیاه
شانه تا بر جعد مشکین معنبر میزند

تا سعادت زد دم از شهد لب دلدار خویش
شعر وے صد طعنه بر قند مکرر میزند

(۵)

خدارا تا یکے در شهر کرمان | گرفتار غم و اندوه و حرمان!
شود سیل سرشکم زنده رودے | کنم چون یاد دیداران صفاہان!
دلم را برده بے مہرے که باشد | فروغ عارضش چون ماه تابان
نگردد شام ہجران در ہمه عمر | بدنیا روزئی گرگ بیابان
بیاد طرهٔ مشکین دلبر | مدام احوال ما باشد پریشان
طبیب حاذقی کو تا بجوید | بدرد عاشقان خسته درمان
زہجر عارض گلگون دلدار | سرشکم گشته چون ابر بہاران
شعار عاشقان در دہر این است | که تا جان را کنند ایثار جانان
سحرگه در چمن این نغمه سر کرد | فراز شاخ گل مرغے خوش الحان
جلال و حشمت گیتی تباہ است | نکرده وفا بقیصر نے بخاقان
بزن مطرب تو لے از سر شود | بآواز ہمایون شور غزلخوان

دمی زان تیشه منصور دم نیسز

بزم روحے ز حکمت دُرِ دل و جاں

(۶)

مدام از دست آن ترک تتاری — فشانم اشک چون ابر بهاری

نمیدانم چرا آن لعبت شوخ — بود از عاشقان خود فراری؟

به پیش تیر آهم رستم آسا — کند او دعوی اسفندیاری!

زند هر دم ز نوک مژهٔ خویش — به قلب من هزاران زخم کاری!

ز ظلم و جور آن شوخ جفاجو — کنم تا چند و تا کے بردباری؟

چه باید کرد کاں عیار با ما — چو دنیا می کند ناسازگاری!

نمیداند که در عشق و محبت — بود ما را ثبات و پافشاری

بیاد آں گل سوری دمادم — بود گلگوں سرشک از دیده جاری

شده در بوستان دهر از اول — نصیب ما و لاله داغداری!

بزم دوستاں شرمنده ماندم — خدا سازد سیه روے نداری

نباید شکوه از گردون دوں کرد — که گردیده سمر در کجمداری

صبا از ما بگو با خیل یاراں — اگر در ملک طهراں روے آری

بیا گر دیده بسیارے فجایع — ز دست گلرخان لاله زاری

سحر گه چوں شدم از خواب بیدار — شنیدم از نسیم جویباری

بده ایرانیا کن شکر ایزد — که با تو کرده اینک بخت یاری

اگر دیده ز ایراں بود ویراں — ز افشار و بلوچ و بختیاری

در انظار اجانب خلق ایراں — سراسر سر بزیر از شرمساری

بحمدالله که شد ایران منظم — ز یمن جد و جهد شهریاری

شهنشاه بزرگ پهلوی آنکه — براو ختم آمده ایران مداری

حقیقت وضع کشور گشته امروز

ز هر سو باعث امیدواری

آقای محمد جواد شباب کرمانشاهی

(۱)

هر بنده را که داور یکتا کمال داد — فرخنده نعمتی که ندارد زوال داد

مال و منال زینت دنیا بود ولیک — شاد آن کسی که زیب وجودش کمال داد

عقل و کمال زینت مرد است هر که را — ایزد گرامیش بود و داد نکوتر خصال داد

بشمار تا جهان نه فریبد ترا بمال — گو خود فریب نوع بشر را بمال داد

دنیا و نعمتش چو ظلال اند یا خیال — عاقل چگونه دل بظلال و خیال داد

فتانه ایست دلبر دنیا که با فسون — عشاق را فریب بحسن و جمال داد

پیوسته نفس بار ملامت نمود حمل — کو دل بدین عجوزه خوش خط و خال داد

بنگر بدین عروس که هر لحظه با دگر است — نپذیرد ثقتی از تو و عهد و وصال داد

بس خوشنما ز روی ولی رنج جان‌ستان — کس را نه قرص نان و نه آبی زلال داد

پالیزبان دهر ز جالیز خود بکس — هرگز نداد میوه اگر داد کال داد

از بن برار ریشهٔ آمال کایں درخت — دہقان خویش را ثمر آخر ملال داد

مست از مے غرور مشو زانکہ ایں شراب — ہر کس چشید عاقبتش انفعال داد

کنج کفاف جوے و قناعت کہ ہر کہ یافت

او را نتیجہ ہاے نکو بالمآل داد

(۲)

خلق اگر در عید قرباں برّہ قربانی کنند

عاشقاں جاں بر رخ جاناں بآسانی کنند

در بر عشاق جاں باشد متاعے بس سبک

کافرند ار یار خواہد جاں گرانجانی کنند

دیدہ و دل ہر دو جاے تست مپسند از وفا

کایں دو جا از گریہ و غم رو بویرانی کنند

بر رخ روشن پریشاں تیرہ زلفت را مکن

تا پریشانی کم اظہار پریشانی کنند

گر تو لیلی وش نہ رخ بر قع براندازی یقیں

ہمچو مجنوں خویش را جمعے بیابانی کنند

بر سخنداناں روا باشد ملامت مہر را

با رخت تشبیہہ گر از روے نادانی کنند

یوسف مصر جمالی در فراقت عیب نیست

عاشقاں گر گریہ ہمچو پیر کنعانی کنند

خاتمے از لب ترا باشد کہ بر او خسرواں
دست اگر یابند دعوائے سلیمانی کنند

ہندوی آتش پرست خال و چشم کافرت
ترسم آخر رخنہ در دین مسلمانی کنند

باخیال چشم بادامیت مرتاضان ہمی
قوت خود بادام را در ترک حیوانی کنند

شکرین لعل ترا اشک نیست کز بیدانشی ست
گر کساں تشبیہ با یاقوت رمانی کنند

(۳)

چنانکہ ابر و گل اندر بہار گرید و خندد
دل من و لبت اے گلعذار گرید و خندد

بہ بینوائی فصل خزان و شادی گل
شگفت نیست گر ابر بہار گرید و خندد

دلم السینہ گہ از درد یار و گہ با میدے
کز آں نگار شود کامگار گرید و خندد

ز ہجر یار و بہ بد عہدی جہاں پس مردن
روان پاک من اندر مزار گرید و خندد

بدار اگر بکشندم بجرم عشق حبیبم
بپا یداری من پائے دار گرید و خندد

کسے کہ ہمچو منش با پری بود سر الفت
یقیں شتاب کہ دیوانہ وار گریہ و خندد

(۴)

اے دل امشب انتظار وعدۂ دلدار دار
کم تو نیز آخر سرشک از دیدۂ خونبار بار

سینۂ سینا شود بزم من آں رشک پری
برفروزد گر درو از چہر چوں گلنار نار

نرگس بیمار وے با مار زلفش خو نمود
کے شنیدستی کہ گیرد انس با بیمار مار

میزند نیشم بدل از مژہ آں غمخوار دل
وائے بر دل میخلد بر قصے چو از غمخوار خار

خلق گویندم چرا ہوش تو از سر کردہ رم
برد عقل و ہوش و دانش از من آں ہشیار یار

تارے از زلفش صبا با خود بتاتار ار برد
رو زرا ساز د بچشم مردم تاتار تار

بے گل رخسار آں گلزار خوبی دائما
با فغان و نالہ ام چوں مرغ در گلزار زار

لعبتان ماہ منظر گرچہ در فرخار ہست
ہست پیش دلبر من لعبت فرخار خار

باد من عنبر فروشاں را ہمی ماند شباب
زانکہ بر دوشش بود از زلف عنبر بار بار

(۵)

داغ اندر سر سودائے تو چوں شد دل من
خوں شد از دست تو وز دیدہ بروں شد دل من

طائرے بود ز صیاد گریزاں عجبم
کہ سرانجام گرفتار تو چوں شد دل من

داد بر دم ہمہ جا ہیچ کسم داد نہ داد
تا کہ در سینہ ز بیداد تو خوں شد دل من

من کجا بادیہ پر خطر عشق کجا
بچنیں راہ مرا راہنموں شد دل من

مہر افزاست خط سبز تو چوں مہر گیاہ
مہر از آتش بتو ہر لحظہ فزوں شد دل من

خال چوں نقطہ نون تو بر خسارہ چو دید
سبب آں گشت کہ چو حلقہ نوں شد دل من

گر شباب از تو جدا نیست دمی آرامش
جرم من نیست کہ بے صبر و سکوں شد دل من

(۶)

باد دیدہ دلم می گفت اشک از تو وآہ از من

آگاہی او شرط است خواه از تو و خواه از من

چاه ار ہمہ زیں سان است کو را بزنخدانست
با یوسف مصری گو تخت از تو و چاه از من

تن سستی و جاں سختی اے آفت جان و تن
آموختہ اند ایں دو کوه از تو و کاه از من

حربا اگر اندر عشق خورشید پرست آمد
من ماه پرستم گو مہر از تو و ماه از من

گویند ز دل راہست در دل عجبم ای دل
کاندر دل سختش نیست راه از تو و آه از من

بر ملک وجود من چوں بادشہے بنشیں،
بر دیدۂ تو اینک پا از تو و گاه از من

در بازی عشق تو مغلوب شباب آمد
زاں روے کہ می باشد آں از تو و شاه از من

(۷)

روے نیکت را نگویم اے پسر خورشید و ماه
زانکہ زد پیغاره رخسار تو بر خورشید و ماه

روشن از نور رخ تو شام تار عاشقاں
حاش للہ کی بود ایں نور در خورشید و ماه

مردگاں را زندۂ جاوید سازد دیدنت،

اے مسیحا دم نداند ایں اثر خورشید و ماہ

اے سپہر حسن ہر جا پاے بگذاری بخاک،
فخر را سایند بر آں خاک سر خورشید و ماہ

یام تا شام ار برافروزی رخ رنگیں ببام
روے ننمایند از مشرق دگر خورشید و ماہ

سنبل و ریحان و عبہر باشدت بر رخ کہ دید
سنبل و ریحان و عبہر ہیچ در خورشید و ماہ

لاف در میداں زند حسن تو گر بر آسماں
تیغ ابروے ترا آرد سپر خورشید و ماہ

فرق بردار از میاں زلف سیہ بر رخ منہ
تا نباشد آیت شام و سحر خورشید و ماہ

تا دہند آوازۂ حسنت بگیتی انتشار
چوں سفیرانند دایم در سفر خورشید و ماہ

از نظربازان تو دیگر کے آرد در نظر
گر بود در سلک ارباب نظر خورشید و ماہ

لایق نسبت نباشد ار چہ چشم دل ندید
تا دہد نسبت بتو چیزے مگر خورشید و ماہ

دل بمعنی داد باید نے بصورت در جہاں
ہست روے نیک تو معنی صور خورشید و ماہ

منع نتوان کرد شان دیدند رخسارت اگر
چون پری دیده شدند آسیمه سر خورشید و ماه
آسمان شاید مرا خواندند تا تو با منی،
زانکه همچو آسمان دارم به بر خورشید و ماه
چون مقابل با رخت آمد شتاب از آن بود
شد ردیف چامۀ لغزش اگر خورشید و ماه

فصیح الملک حاجی محمد تقی شوریدہ شیرازی

(۱)

آن پری رو از درم روزے فراز آید؟ نیاید!
من همی خواهم که عمر رفته باز آید! نیاید!
پیش از آن کایام در پیچد بهم طومار عمرم،
نامۀ از کوے یار دل نواز آید؟ نیاید!
بر سر من سایۀ آن آفتاب افتد؟ نیفتد!
در کف من دامن آن سرو ناز آید؟ نیاید!
هیچ از سوداے آن گیسو نیاید بوے سودے!
بوے سودے هیچ از امید دراز آید؟ نیاید!

طفل اشکم گفت بر رخ راز عشقم را بمردم
طفل هرگز در شمار اہل راز آید؟ نیاید!

تا نہ بیند آہ من بر من دلش سوزد؟ نسوزد!
سنگ تا آتش نہ بیند در گداز آید؟ نیاید!

عقل آں نیرو ندارد کو بگرد عشق پوید!
صعوہ ہرگز در مصاف شاہباز آید؟ نیاید!

ایں ہمہ سازم بناسازی دور چرخ آخر!
اختر ناساز من با من بساز آید؟ نیاید!

از ہوائے خطہ لے و زنہاد مردم دے
بوے از شیراز علّیین طراز آید؟ نیاید!

عاشق شوریدہ را در دل نباشد غیر جاناں
در دل محمود جز یاد ایاز آید؟ نیاید!

(۲)

ہرچہ کنی بکن مکن ترک من اے نگار من
ہرچہ بری ببر مبر سنگ دلی بکار من

ہرچہ کشی بکش مکش بادہ ببزم مدعی
ہرچہ خوری بخور مخور خون دل فگار من

ہرچہ دہی بدہ مدہ زلف بباد اے صنم
ہرچہ نہی بنہ منہ دام برہ گذار من

هرچه بری ببر ببر رشتهٔ الفت مرا
هرچه کنی بکن مکن خانهٔ اختیار من
هرچه هلی بهل بهل پرده زروی چون پری
هرچه دری بدر مدر پردهٔ اعتبار من
هرچه روی برو مرو راه خلاف دوستی
هرچه زنی بزن مزن طعنه بروزگار من
هرچه کشی بکش مکش صید حرم که نیست خوش
هرچه شوی بشو مشو تشنه بخون زار من

(۳)

چون چشم او دو ترک کماندار دیده — چون زلف او دو طرهٔ طرار دیده
در چرخ هیچ دیدی ماه پرند پوش — در باغ هیچ سرو کله‌دار دیده
ماهی بدین طراوت عارض شنیده — شوخی بدین حلاوت گفتار دیده
جز زلف او که گشته ببالای دلگون — از شاخ سرو مشک نگونسار دیده
جز چشم او که خاطر ما را بمژه خست — خنجر بدست مردم بیمار دیده
گوئی خط و رخش بچه ماند بدین جمال — در یک طبق بنفشه و گلنار دیده
در تار زلف اوست مقید هزار دل — در یک رسن هزار گرفتار دیده
چون این شگرف در همه گیتی شنیده — چون این [illegible] در همه گلزار دیده
چون این جمال در همه کشمیر بوده هیچ — چون این نگار در همه فرخار دیده
رضوان خلد کش بدین تازگی گفتمی — حوری بدین ملاحت رخسار دیده

ماند زحسنِ بقدگل پر بار را بسرو   بر سروِ اے عجب گل پر بار دیدهٔ
غافل چنیں ملامت شوریدگاں مکن
آں جلوه ہائے روئے پری وار دیدهٔ

(۴)

تو مرا جائے بجاں داری و پیداست که داری
در دل و دیده مکاں داری و پیداست که داری
لاله در غالیه پوشی و پدیداست که پوشی
ماه بر سروِ رواں داری و پیداست که داری
ننگری سوئے کس از نخوت ایں طرفه که ہر سو
فرقهٔ را نگراں داری و پیداست که داری
کرده باخم ابروئے قریں غمزهٔ جادو
طرفه تیرے بکماں داری و پیداست که داری
روئے زیبا بدو صد پرده نہاں داری و لیکن
بدو صد پرده نہاں داری و پیداست که داری
دہنت ہیچ نه پیداست و لے گاه تبسم
عقد لولو بدہاں داری و پیداست که داری
از میانت اثرے نیست عیاں لیک بهر سو
ز و حدیثے بمیاں داری و پیداست که داری
نه کنی چشم لشوریده و پوشیده چه گویم

چشم بر شاہ جہاں داری و پیدا است کہ داری

(۵)

روے بنمائی و دل از من شوریدہ ربائی
تو چہ شوخی کہ دل از مردم بے دیدہ ربائی
حسن گویند کہ چوں دیدہ شود دل برباید
تو بدیں حسن دل از دیدہ و نادیدہ ربائی
خاطر خلق بدیں روے پری وار ستانی
طاقت جمع بدیں موے پریشیدہ ربائی
آنکہ او را نتواں دل بدو صد شیوہ ربودن
تو بدیں روے خوش و خوے پسندیدہ ربائی
ہمچنیں لعل لباں پیش درخت گل سوری
گر بخندی تو دل از غنچہ خندیدہ ربائی
دگر از چہرہ تابان تو در دست دل من
نیست باقی کہ بداں گیسوے تابیدہ ربائی
تو کہ خود فاش توانی دل یک شہر ربودن
دل شوریدہ روا نیست کہ دزدیدہ ربائی

میرزا ابوالقاسم عارف قزوینی

(۱)

لباس مرگ بر اندام عالمی زیباست
چه شد که کوته و زشت این قبا بقامت ماست

بیار باده که تا راه نیستی گیرم
من آزموده ام آخر بقای من بفناست

گهی ز دیدهٔ ساقی خراب و گه از می
خرابی از پی هم در پی خرابی ماست

ز حد گذشت تعدی کسی نمی پرسد
ز دزد خانه بی خانمان ما ز کجاست

برای ریختن خون فاسد این خلق
خبر دهید که چنگیز پی خجسته کجاست

بگو به هیئت کابینه سرزنش،
که روزگار پریشان ما ز دست شماست

چه شد که مجلس شوری نمی کند معلوم
که خانه خانهٔ غیر است یا که خانهٔ ماست

اگر بحالت عدلیه پی برد شیطان

کند بدلیل تقصیر ز آدم و حوا است
بہ بیں بجاے محبت چہ محکم است شکست
بطاق سر پی خوردہ است دبے ستون جا ست
اگر کہ پردہ بیفتد ز کار می بینی
بچشم عارف و عاصی درین میان سوا است

(۲)

زخواب غفلت ہر آن دیدہ کہ بیدار است
بدین گناہ اگر کور شد سزاوار است

زدہ است یکسرہ خود را براہ بد مستی
قسم بچشم تو ما ست و خصم ہشیار است

پلیس مخفی دنیا بود محتسب سیار
بخواب شحنہ عسس مست و دزد در کار است

تو را از آن چہ نساز کدام در تقصیر
هر آنچہ کار کراگشت کیست در کار است

تو تحت عمل ز دزد و راہزن مطلب
از آنکہ کہ ...

گرفت و بے و ما را بہ بیع قطع فروخت
بہ بین کہ ...

بگو بعقل منہ پا در آستانہ عشق
کہ عشق در صف ...

ہر آن سرے کہ ندارد سر وطن ای
الٰہی آنکہ شود سرنگوں کہ سربار است

تو پایداری بین عارف اگر بیدار بود
گمان مدار کہ از حرف دست بردار است

(۳)

سپاہ عشق تو ملک وجود ویران کرد
بنائے ہستی عمرم بخاک یکسان کرد

چگویمت کہ چہ کردہ است خواہی ار دانی
بدان کہ آنچہ کہ تا ید بگفتگو آسان کرد

چه کرد عشق تو عاجز گفتنم آن کرد — بمن که دوره شوم تجسم باران کرد
شها بدو طرز زلفت کند پریشان نقش — کسیکه مملکت و ملتے پریشان کرد
الهی آنکه به ننگ ابد دچار شود — هر آن کسے که خیانت بملک ساسان کرد
بیاد شبیر غیور دراز دست بگو — که خصم ملک ترا جزو انگلستان کرد
خرابی آنچه بدل کرد والی حسنش — باصفهان نتوان گفت ظل سلطان کرد

چو جغد بر سر ویرانه های شاه عباس
نشست عارف و لعنت بروح خاقان کرد

(۴)

از کف برون شده مهار دل — نیست بدست من اختیار دل
ما شیفته تر از دل مجنون کسی نیست — غیر ننگ و عار کار و بار دل
خیالتم که هیچ بیشه از آن آهنگ — بود بهر من در فشار دل
بس که در کجا رفت و برگشت — دیده شد سفید ز انتظار دل
شد حرام باخته تمام — تیره شد نام در قمار دل
چه ز صبر و جم اگر — خم شده کمر زیر بار دل
هر دو تا کسیم گرد گرد سیم — دل بکار من من بکار دل
ز آن صرم در درستی است — وز شکستگی است اعتبار دل
عارف این قدر باشد تا یکے — شبیر عاجز است از شکار دل

منتقد ز ترس خسروان شدند
محو در کف اقتدار دل

(۵)

هر وقت ز آشیانهٔ خود یاد می کنم
نفرین بجان نوادهٔ صیاد میکنم

یا در غم اسارت جان میدهم بباد
یا جان خویش از قفس آزاد میکنم

شاد از فغان من دل صیاد و من بمیر
دل خوش که یک دلی بجهان شاد میکنم

جان میکنم چو کوهکن از تیشهٔ خیال
بدبختی از برای خود ایجاد میکنم

من بے خبر ز خانهٔ خود چون بسر غمے
به هر درسے که مملکت آباد میکنم

شاید رسد بگوش معارف صدای من
زان است عارف این همه فریاد میکنم

(۶)

محیط گریه و اندوه و غصه و محنم
کسے که یک نفس آسودگی ندیده منم

منم که در وطن خویشتن غریبم و زین
غریب تر که هم از من غریب تر وطنم

بهر کجا که قدم می نهم بکشور خویش
دو چار دزد داران اسیر ... زنم

طبیعت از پے آزار من کمر بسته
کنم چه چاره چو دشمن قویست دم نزنم

نهال عمر مرا میوه غیر تلخی نیست
بر آن سرم که من این بیخ را از بن بکنم

چو شمع آب شدم بسکه سوختم فریاد
که دیگران نه نشستند پاے سوختنم

چو گشت محرم بیگانه خانه به در گور
کفن بیار که نامحرم است پیراهنم

بگو بیار که اندر پے هلاکت من
دگر مکوش که خود در هلاک خویشتنم

(۷)

خم در خم طرهٔ طرار یار یکدله بین
بپاے دل ز خمش صد هزار سلسله بین

از آں کمند خم اندر خمش نخواہد رست | دلم ز بیدلی ایں صبر و تاب و حوصلہ بیں
نگر قیامت از سرو قد و قامت او | دو صد قیامت و آشوب و شور و ولولہ بیں
مکان خالی بدنبال چشم ابروے یار | مکیں چو نقطۂ بائی بعد بسملہ بیں
بغمزۂ چشمش ز دراہ دل سپرد بزلف | شریک دزد نظر کن رفیق قافلہ بیں
اگر اثر نکند آہ دل مپرس چرا | میان آہ و اثر صد ہزار فاصلہ بیں
لب و دہان ترا تہمتے بہیچ زدند | شکر شکن ز سخن مشکلی مسئلہ بیں
اگر فروختہ ام دین و دل بغمزۂ یار | ہزار سود ز سودائے ایں معاملہ بیں

براہ بادیۂ عشق آی و عارف را
ضعیف و خستہ و رنجور و پا پر آبلہ بیں

آقائے محمد یوسف زادہ غمام ہمدانی

(۱)

بیا فرید خدا وند لم یزل ما را | کہ لایزال اطاعت کنیم دانا را
مباش درپے کشف رموز دانایاں | کہ ہیچ حل نتواں کردن ایں معما را
ز فہم گفتۂ ہمچوں خودی شوی عاجز | چگونہ فہم کنی گفتہ ہائے دانا را
تو آں نۂ کہ شناسی فضیلت انساں | مگس چگونہ تواند شناخت عنقا را
بکار اہل نظر کار خود قیاس مکن | کہ فرق ہاست ز ہم مردہ و مسیحا را

چسان ز ستر نهان آگهند رندانی ۔۔۔ که خوب و بد نشناسند کار پیدا را
اگرچه باد درخت کهن کند از بیخ ۔۔۔ ز جای خود نکند کوه پای برجا را
کسی که درد پری دانه دیده کی داند ۔۔۔ که حال چیست دل دردمند شیدا را
نه غصهٔ شکری خورده نه حسرت قند ۔۔۔ چه غم ز حال مگس طوطی شکرخا را
غریق بحر بلا را چه سود خواهد بود ۔۔۔ ازاین که دُر و گهر هست قعر دریا را

تمام عیب فراوان خود نمی بینی
مگر بدیده کشی خاکپای بینا را

(۲)

برکن ز سینه ریشهٔ فکر تباه را ۔۔۔ با دست خود ز پای بکش خار راه را
با مردم بزرگ مزن لاف همسری ۔۔۔ با کوه همسری نسزد برگ کاه را
شرط است علم و عزم و عمل و آگهی ثبات ۔۔۔ تا تاج کنی تبارک مردی کلاه را
خود را بزرگ دیدی و پامال غم شدی ۔۔۔ بگشای چشم و رفع کن این اشتباه را
تقصیر خود ببین چو نتادی که در جهان ۔۔۔ بر دار کس ندیده سر بی‌گناه را
تا میتوانی آتش دلها خموش کن ۔۔۔ مگذار بر فلک برود دود آه را
پیوسته خیرخواه غنی و فقیر باش ۔۔۔ سیراب کن چو آب درخت و گیاه را
مالت فزون و جاه فزون تر شود اگر ۔۔۔ صرف شکستگان بکنی مال و جاه را
این جاه و سروری و توانائیت خدای ۔۔۔ داده است تا پناه شوی بی‌پناه را
دیری نمی‌کشد که گدا کند به شهر ۔۔۔ گر غصهٔ گدا نبود پادشاه را
بهر چراغ کلبهٔ درویش برفروخت ۔۔۔ دست قضا بطاق فلک مهر و ماه را

جز محنت و عذاب نه بینی بعمر خویش | گر بشنوی بجان سخن خیر خواه را

واندر غم تمام محنت عالم که در جهان
دیده است تیره بختی و روز سیاه را

(۳)

امروز درین خاک غم انگیز کسی نیست | کز خوی بدش در دل و جان غصه بسی نیست
ببریده گلوی همه ز شدت افغان | دردا که درین مرحله فریاد رسی نیست
گر نی قلم است فتنه ازین جا بچه علت | در ره اثر پای و بانگ جرسی نیست
ناصح که دو صد حرف زند از پی پندم | یکبار نه بیند که درین خانه کسی نیست
بیهوده زنند اهل طمع لاف کلیمی | کورند مگر وادی امن و قبسی نیست
بگشود دلت تا بکنون از دم واعظ | دیدی که درین طایفه صاحب نفسی نیست
داغ سخن عشق چرا در تو نگیرد | زیرا که ترا غیر هوا ملتمسی نیست
گر کبر نباشی ز تکبر بچه علت | در چشم تو سیمرغ بقدر مگسی نیست
وقتی که ترا دیده گشایند به بینی | غیر از تو درین گلشن بی خار و خسی نیست

مانند غمامت نظری نیست دگر نه
از پیش تو تا گلشن مقصود بسی نیست

(۴)

در بیابان طلب پای چه سنگی نیست | که بر آن سنگ ز خون دل من رنگی نیست
راستی آینه عقش شکستن دارد | حیف کاندر خور این کار کف سنگی نیست
گر گشاده است جهان در نظر خلق چه سود | زین فراخی که فرح بخش دل تنگی نیست

نیکناماں ہمگی بستہ نامند ہنوز — می ندانند کہ آزاد شدن ننگے نیست
راہ عشاق بزن اے مطرب از آنسانکہ زدی — کز نوائے تو دگر خوب ترا آہنگے نیست
از چہ رخسارۂ جاناں نتوانی دیدن — گر برآئینہ جاں از غم دل زنگے نیست
نتواں گفت کہ چنداز رہ او طے کردم — زانکہ در راہ طلب میلی و فرسنگے نیست
گر گدائے تو شدم شاہ جہانم ورنہ — در دل من ہوس تاج و اورنگے نیست

خشم او پیشہ و خیل رضا بود غمام
زاں کہ شیریں نشود صلحے اگر جنگے نیست

(۵)

بیا کہ روئے زمیں جائے زندگانی نیست — برآ بعالم عقلی کہ پست و فانی نیست
بزیر چرخ مجو کام دل بنادانی — کہ روئے خاک سیہ جائے کامرانی نیست
سفید گردد و زرد و سیاہ آخر کار — ہمیشہ روئے تو گلرنگ ارغوانی نیست
بہرزہ صرف مکن نقد عمر خود زنہار — بصرفہ خرج کن این نقد را کہ ثانی نیست
بعیش بیہدہ ضائع مکن جوانی را — کہ عیش بیہدہ ہرگز بہ از جوانی نیست
نخواستی کہ بعیب خود افگنی نظرے — وگرنہ زشتی خوے بداں نہانی نیست
ز علم و جہل بود خوے نیک و بد ہشدار — کہ فہم ایں سخن از کار ہائے آنی نیست
بعلم زندۂ جاوید می توانی شد — بداں کہ ہیچ بہ از عیش جاودانی نیست
مراد ز آب بقا فیض صحبت داناست — وگرنہ در ظلمات آب زندگانی نیست
بکوش تا بدیار معانیت بکشند — وگرنہ لذتے از صورت معانی نیست

مباش بے خبر و نکتہ سنج ہیچو غمام

که در مقام نظر بهائے نکته دانی نیست

(۶)

ساقی بیار باده که بوی خوش بهشت
می آیدم ز سایهٔ بید و کنار کشت

از سرو و گل مگوی که دهقان روزگار
دلکش‌تر از نهال قدت در جهان نکشت

شاید اگر فرشتهٔ رحمت بخوانمت
کز پرتو جمال تو دوزخ شود بهشت

از دیگران گسیخته شد تار الفتم
تا روزگار رشتهٔ پیوند دوست رشت

روی نکو چه خوب نکو داشت دل برد
بی عاشقی ست صورت زیبا و خوب زشت

در ملک دل مقام گزین شو که هیچ نیست
جاوید خانه‌ای که ز گل می کنند و خشت

بر کار نیک کوش که نیکی بری سزا
اکنون که اطلاع نداری ز سرنوشت

دل زین جهان بجز غم و بیچاری نبود
خرم کسی که پای درین خاکدان نهشت

رو سوی قبله و دل غافل از خدا
زنهار ازین نماز که مسجد کند کنشت

از مدعی صلاح توقع مکن تمام
خوبی چگونه سر زند از طبع بدسرشت

(۷)

دلم را برده شوخی دلربائی
پری رخساره بالا بلائی

جفایش را وفای دیگران به
جفاکاری به از هر باوفائی

فلک را نیست جز رویش خیالی
سرم را نیست جز وصلش هوائی

گر او باشد طبیب دردمندان
نخواهد هیچ بیماری شفائی

شود چشم جهان روشن گر آرد
صبا از رهگذارش خاک پائی

بجز در چین زلف آن دلآرام — دلم را نیست ماوائے و جائے
درین دریائے بے پایان نباشد — بجز او کشتیم را ناخدائے
زر خالص شود قلب جہانے — گر از وصلش بیابد کیمیائے
نیابی جز ہوایش دستگیرے — نہ بینی جز جمالش رہنمائے
ببینش باہر آنکس کہ گفتی — نگردد پادشہ یا رگدائے

کسے نشناسدش جز من بعالم
نباشد جز غمش آشنائے

میرزا سید محمود جواہری فرخ خراسانی

(۱)

ہر کہ از زنجیر زلف دلبرے دیوانہ نیست — در بر ما سلسلہ باللہ کہ او فرزانہ نیست
خانہ خود در خور سکنائے جز دلدار نیست — نیز بہر دلدار را در خور تر از دل خانہ نیست
جز بہ دلہائے خراب ما مجو دلدار ما — زانکہ گنج شائگان را جائے جز ویرانہ نیست
عاشقے آشفتہ چوں من در ہمہ میخانہ نے — شاہدے گل چہرہ چوں او در ہمہ فرخانہ نیست
کار ما در گیتی ار افسانہ شد نبود شگفت — کار عشق است این و کار عاشقی افسانہ نیست

بس شنیدستی سخن در وصف باغ و بوستاں
بشنو از فرخ کہ جائے خوشتر از میخانہ نیست

(٢)

چه بهار است که یک لاله بگلزارے نیست — خرم از سبزهٔ نوخواسته کهسارے نیست

نه و کبک خرامنده بدشتے نبود — بلبل و قمری خواننده بگلزارے نیست

نشنوی نغمه از نغمه سرایان چمن — بانگے ار هست جز از مرغ گرفتارے نیست

عاشقے بیدل و آشفته نبینی در شهر — درخور عشق چو نیکو نگری یارے نیست

عشق ار هست بجز رند نظربازے نیست — دلبر ار هست بجز ترک ستمگارے نیست

داد جان فرخ و نامدش طبیبے بر سر
خوشدل از غم دل غمدیده و غمخوارے نیست

(٣)

کار بزرگ و رتبهٔ عالی گرت هواست — با فکر پست و همت دون این هوا خطاست

فکر بزرگ و همت عالی ببایدش — آن کو در آرزوے بزرگی و اعتلاست

بسیار دیده ایم و شنیده که ناکسے — بر بود رتبهٔ که نه آن رتبه را سزاست

پستے گرفت رتبهٔ عالی از و ولیک — نفزود رتبه هیچ بر او بلکه نیز کاست

امر خطیر پست کند عامل حقیر — و آن کار پربها شود ار مرد را دهاست

در هر زمانه مسند ایران شهش یکے است — این پستی و بلندی اداورش از چه خاست

چون مرد پست یافت بر این پایگاه دست — هم شد مقام پست و هم او کان مقام خواست

و این دستگه بذروهٔ اعلا نهاد پاے — چون این مقام گشت بمرد بزرگ راست

هست این مقال روشن و خواهی اگر گواه — سلطان حسین نادر، روشن ترین گواست

باش آنچنان که جاے بر اورنگ اگر کنی — گوید جهان بجاے تو کاین جا ترا سزاست

نه آنچنانکه گر گذری شوی کساں — گویند ناکس است، نه این جا بپایش رواست

بسیار بوده اند شهان گدای طبع — درویش نیز هست که بالطبع پادشاست

کار بزرگ هیچ بزرگی نه بخشدت،

خود را بزرگ کن چو بزرگیت مدعاست

(۴۱)

زاهدان خواهند اسیر دام تزویرم کنند — من نه آن صیدم که با این دام نخچیرم کنند

روح من باغی است با این بی حقیقت زاهدی — از حقیقت قوه باید که تدبیرم کنند

حرف مفتی پیش من جز حرف مفتی بیش نیست — فاش گویم هرچه میخواهند تکفیرم کنند

با فقیهان دارم آهنگ جدل ترسم از آنک — چون که در منطق فرومانند تعزیرم کنند

هیچ ننهم گوش هرگز بر فسون واعظان — چون به حمق گر تا این قوم تسخیرم کنند

ناصحان غیر مشفق زان کشندم سوی شیخ — تا بدین تقریب دور از حضرت پیرم کنند

آیتی از عشقم و فارغ ز کفر و دین ولی — کافر و مسلم بمیل خویش تفسیرم کنند

در بهای ساغری بخشم متاع کفر و دین — گرچه یاران منع زین اسراف تبذیرم کنند

شورها دارم بسر فرخ که گر عنوان کنم

ابلهان دیوانه ام خوانند و زنجیرم کنند

(۵۱)

با روی تو با لاله حمرا چه کند دل — بی روی تو گلزار ارم را چه کند دل

مقصود دل از هستی ها هستی تو ورنه — بی تو همه نعمت دنیا چه کند دل

گیرم که بخود ره ندهد دل غم ایام — با این غم جان سوز تو جانا چه کند دل

بستند هجرت دل و جان عهد صبوری — جان صبر نیارست کند تا چکند دل
وے آنکه دهی پند بصبر و بمدارا — زین بیش دگر صبر و مدارا چکند دل

دل سخت فرو مانده بکار غم دلدار
آخر تو بگو فرخ شیدا چکند دل

(۶)

همه شب ز روے حسرت بر خفته و دیدن — نبود بر رنج کمتر ز مفارقت کشیدن
نشدن بسوے بستان و ندیدن رخ گل — به از آنکه زیتی اما گل آرزو نچیدن
چه بلطف و دلربائی چه بقهر و بدادائی — سخنیست آرزویم ز دهان تو شنیدن
تو که ذوق بنده داری نشناسی زنداری — ز چه این گران بها بنده بیایدت خریدن
با دب خمش نشستن بودت پسنده دانم — چه کنم که در حضورت نتوانم آرمیدن
بودم گمان که داری نظرے نهان سوے من — که ترا ز جمع بر من دگر است طرز دیدن

بود آن که با تو فرخ بمراد دل نشیند
نه که ما کجا و امید بآرزو رسیدن

(۷)

اے زلف او که بوے چوں نافهٔ ختنی — کوته چو شام وصال تیره چو روز منی
اے چشم دلبر من وے فتنه ساز زمن — تو نرگس چمنی یا آهوے ختنی ؟
اے ترک من نکنی ترک وفاے عهد — گر زانکه قتل مرا با خویش عهد کنی
لیکن اگر دهی پیمان وصل به من — صد بار چوں دل من در هر دمش شکنی
فرسوده جسم مرا هجر رخ تو چنانک — لولا مخاطبتی ایاک لم ترنی

در دلربائی وحسن معروف و منتخبی
در بیوفائی و جور مشهور و منتهی

تو چوں گلے و تو را من مرغ نغمہ سرا
آری گلے چو تو را بلبل سزد چو منی

دیوانگان غمش گر انجمنے کنند
ہاں فرخا بیقیں تو میر انجمنی

میرزا محمد فرخی یزدی

(۱)

در چمن تا قد سرو تو بر افراختہ است
روز و شب نوحہ گری کار من و فاختہ است

برد با کہنہ حریفے است کہ در بازی عشق
ہر چہ را داشتہ چوں من ہمہ را باختہ است

بگمان غلط آں ترک کمانکش چوں تیر
روزگاری است مرا از نظر انداختہ است

جان من زاہد دل سوختہ پرہیز نماے
کہ بدیں سوختگی کار مرا ساختہ است

راستی چشم تو با ابروے کج عربدہ داشت؟
تا پے کشتن من تیغ ستم آختہ است

چنگ بر طرہ پرچین تو زد آنکہ چو باد
تاختن از پے ایں مشک ختا تاختہ است

فرخی دل خوش از آن است کہ ایں مردم را
یک بیک دیدہ و سنجیدہ و بشناختہ است

(۲)

گرچہ مجنونم و صحراے جنوں جاے من است

لیک دیوانه تر از من دل شیدای من است

آخر از راه دل و دیده سر آرد بیرون
نیش آن خار که از دست تو در پای من است

رخت بربست ز دل شادی و هنگام وداع
با غمت گفت که یا جای تو یا جای من است

جامهٔ را که بخون رنگ نمودم امروز
بر جفا کاری تو شاهد فردای من است

چیزها که نبایست به بیند بس دید
بخدا قاتل من دیده بینای من است

سر تسلیم بچرخ آنکه نیاورد فرود
با همه جور و ستم همت والای من است

دل تماشائی تو دیده تماشائی دل
من بفکر دل و خلقے به تماشای من است

آنکه در راه طلب خسته نگردد هرگز
پای بر آبلهٔ بادیه پیمای من است

(۳)

هرگز دلم برای کم و بیش غم نداشت — آری نداشت غم که غم بیش و کم نداشت

در دفتر زمانه فتد نامش از قلم — هر ملتے که مردم صاحب قلم نداشت

در پیش گاه اهل خرد نیست محترم — هر کس که فکر جامعه را محترم نداشت

باآنکه جیب و جام من از مال و مے تهی ست ... مارا فراغتی است که جمشید جم نداشت

انصاف و عدل داشت موافق بسے ولے
چوں فرخی موافق ثابت قدم نداشت

(۴)

چمن از لاله چو بنهاد بسر افسر سرخ ... پاے گل زن ز کف سبز خطاں ساغر سرخ

اشک چوں سیم سپیدم شد از آں خوں که ز خلق ... زر دروئی کشد آں کس که ندارد زر سرخ

گرچه من قاتل دل را نشناسم آما ... دیده ام در کف آں چشم سیه خنجر سرخ

کے ببام تو پری باز کند بال و پرے ... هر کبوتر که ز سنگ تو ندارد پر سرخ

پرسش خانه ما را مکن از کس که ز اشک ... خانهٔ ماست همان خانه که دارد در سرخ

خون دل خورده ام از دست تو بلبس ز بس گل ... سر زند سبزه سر از تربت من با سر سرخ

شب ما روز نگردد ز مه با ختر ... تا چه خورشید بجا ور نه نیم اختر سرخ

تاخت مژگان تو به ملک دل از چشم سیاه ... چوں سوے شرق بطرفان قضا لشکر سرخ

فرخی روے سفید آں که بر چرخ کبود
با رخ زرد ز سیلے بودش زیور سرخ

(۵)

شب چو در بستم و مست از مے نابش کردم ... ماه گر حلقه بدر کوفت جوابش کردم

دیدی آں ترک ختا دشمن جاں بود مرا ... گرچه عمرے بخطا دوست خطابش کردم

منزل مردم بیگانه چو شد خانهٔ چشم ... آں قدر گریه نمودم که خرابش کردم

غرق خوں بود و نمی مرد ز حسرت فرهاد ... خواندم افسانهٔ شیرین و بخوابش کردم

شرح حال دل پروانه چو گفتم با شمع   آتشی در دلش افگنده و آبش کردم

دل که خونابهٔ غم بود و جگرگوشهٔ درد   بر سر آتش جور تو کبابش کردم

زندگی کردن من مردن تدریجی بود

آنچه جان کند تنم عمر حسابش کردم

(۶)

گر خدا خواهد بجوشد بحر بی پایان خون   میشوند این ناخدایان غرق در طوفان خون

با سرفرازی نهم پا در طریق انقلاب   انقلابی چون شوم دست من و دامان خون

خیل دیوان را بدیوانخانه دعوت میکنم   میگذارم نام دیوانخانه را دیوان خون

کارگر را بهر دفع کارفرمایان چو تیپ   با سر شمشیر خونین می دهم فرمان خون

کلبهٔ بی سقف دهقان را چو آرم در نظر   کاخهای سر بکیوان را کنم ایوان خون

فرخی را شیرگیر انقلابی خوانده اند

زانکه خورد از شیرخواری شیر از پستان خون

کاغذ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ سفید ۳۲ پونڈ

سائز ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ $\frac{۲۰ \times ۳۰}{۱۶}$

سرورق ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۲۰ پونڈ

قیمت ۔۔ ۔۔ ۔۔ عہ